ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

43

www.tanzeem.org

24 تا 30 ذوالقعدہ 1431ھ / 2 تا 8 نومبر 2010ء

اس شمارے میں

سیاسی اور غیر سیاسی اسلام کی بحث

انقلاب نبویؐ کا اساسی منہاج

تحریک آزادیٔ کشمیر کی منزل: نفاذِ اسلام

مغرب کی بے خدا تہذیب

تلاشِ حق

عالمی جنگ کا امکان حقیقت بن سکتا ہے

اسٹریٹیجک مذاکرات

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

قرآن مجید سے بے اعتنائی کا اصل سبب؟

قرآن کے مُنزل من اللہ ہونے کا اقرار تو ہم کرتے ہیں لیکن اگر ہم اپنے دلوں کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہمارے قلوب قرآن پر یقین سے خالی ہیں اور ریب اور شک نے ہمارے دلوں میں ڈیرا ڈالا ہوا ہے۔ ہماری اس کیفیت کا نقشہ قرآن مجید نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:

﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ﴾ (الشوریٰ:14)

''اور جو لوگ وارث ہوئے کتابِ الٰہی کے ان کے بعد وہ اس کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں۔''

یہی وجہ ہے کہ نہ ہمارے دلوں میں اس کی کوئی عظمت ہے، نہ اس کو پڑھنے پر ہماری طبیعت آمادہ ہوتی ہے، نہ اس پر غور و فکر کی کوئی رغبت ہم اپنے اندر پاتے ہیں اور نہ ہی اسے زندگی کا واقعی لائحہ عمل بنانے کا خیال کبھی ہمیں آتا ہے۔ اس پوری صورت حال کا اصل سبب ایمان اور یقین کی کمی ہے۔ اور جب تک اسے دور نہ کیا جائے کسی وعظ و نصیحت سے کوئی پائیدار نتیجہ برآمد نہیں ہوسکتا۔

لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے دل کو اچھی طرح ٹٹولے اور دیکھے کہ وہ قرآن مجید کو بس ایک متوارث مذہبی عقیدے (Dogma) کی بنا پر ایک ایسی مقدس آسمانی کتاب سمجھتا ہے جس کا زندگی اور اس کے جملہ معاملات سے کوئی تعلق نہ ہو، یا اسے یقین ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے جو اس کے لیے نازل ہوا ہے کہ لوگ اس سے ہدایت پائیں اور اسے اپنی زندگیوں کا لائحہ عمل بنائیں ــــ اگر دوسری بات ہے تو فھو المطلوب اور اگر پہلا معاملہ ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ ہماری ایک عظیم اکثریت کے ساتھ یہی صورت ہے، تو پھر سب سے پہلے ایمان کی اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرنی ہوگی، اس لیے کہ قرآن مجید کے تمام حقوق کی ادائیگی کا مکمل انحصار اسی پر ہے۔

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

الھدی (440)

سورۃ التوبہ

(آیات:49تا51)

ڈاکٹر اسرار احمد

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ۝ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

’’اوران میں اللہ کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے تو اجازت ہی دیجئے، اور آفت میں نہ ڈالئے۔ دیکھو، یہ آفت میں پڑ گئے ہیں اور دوزخ سب کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ (اے پیغمبر ﷺ) اگر تم کو آسائش حاصل ہوتی ہے تو اُن کو بری لگتی ہے۔ اور اگر کوئی مشکل پڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا کام پہلے ہی (درست) کرلیا تھا، اور خوشیاں مناتے لوٹ جاتے ہیں۔ کہہ دو کہ ہم کو کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی بجز اس کے کہ جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہو۔ وہی ہمارا کارساز ہے۔ اور مومنوں کو اللہ ہی کا بھروسہ رکھنا چاہئے۔‘‘

جنگ میں نہ جانے کی اجازت مانگنے والوں میں ایک شخص جد بن قیس تھا، جو کہتا تھا کہ حضور ﷺ مجھے اجازت دے دیجئے، مجھے فتنے میں نہ ڈالئے۔ اُس نے آپ ؐ کے ساتھ استہزا کا انداز اختیار کیا اور کہا حضور ﷺ! میں ایک حسن پرست انسان ہوں، آپ شام کی طرف جا رہے ہیں، شامی عورتیں بہت خوبصورت ہوتی ہیں، میں وہاں اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکوں گا۔ لہٰذا آپ مجھے پیچھے رہنے دیجئے۔ یہ مردود اور لعنتی منافقین میں سے تھا۔ اللہ فرماتا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ جو بدبخت پیغمبرؐ کے ساتھ اس قسم کا استہزا کر رہا ہے، وہ تو فتنے کا شکار ہو چکا۔ اور یقیناً جہنم ان کافروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اے نبی ﷺ اگر آپ کو کوئی بھلائی ملتی ہے تو انہیں بُری لگتی ہے، اور اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا ناگوار صورت حال پیش آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے پہلے ہی صحیح اندازہ لگا لیا تھا۔ ہم کوئی بیوقوف تھوڑے ہی ہیں۔ ہم نے پہلے ہی اپنی حفاظت کا انتظام کر لیا تھا۔ اُن کا حال یہ ہے کہ وہ خوشی خوشی پیٹھ پھیرتے ہیں کہ اچھا ہوا مسلمانوں پر مصیبت آ گئی اور ہم بچ گئے۔ کہہ دیجئے (اے بدبختو!) ہم پر کوئی مصیبت نہیں آ سکتی، سوائے اس کے جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔ وہ ہمارا مولا ہے۔ اس کے اذن کے بغیر پتا بھی نہیں ہل سکتا، تو ہمیں ڈر کس کا ہو۔ اگر اس کی طرف سے تکلیف آ جائے تو اُس میں بھی ہمارے لیے خیر ہے ؏ ہر چہ ساقی ما ریخت عین الطاف است (میرا ساقی میرے پیالے میں جو بھی ڈال دے اس کی مہربانی اور لطف و کرم ہے)۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اہل ایمان کا معاملہ تو یہ ہونا چاہیے کہ ؏ سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔ انہیں تو صرف اللہ پر توکل کرنا چاہیے۔

فرمان نبوی ؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

خود کو دوزخ سے دور کرنا

عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّهُ خُلِقَ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْ بَنِيْ آدَمَ عَلٰى سِتِّيْنَ وَثَلَاثِ مِائَةِ مَفْصِلٍ فَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ وَحَمِدَ اللّٰهَ وَهَلَّلَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ اللّٰهَ وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْشَوْكَةً اَوْ عَظْمًا عَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ وَ اَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهٰى عَنْ مُنْكَرٍ عَدَدَ تِلْكَ السِّتِّيْنَ وَالثَّلَاثِ مِائَةِ السُّلَامٰى فَاِنَّهُ يَمْشِيْ يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهُ عَنِ النَّارِ)) (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’آدم کی اولاد میں سے ہر شخص تین سو ساٹھ جوڑوں پر پیدا کیا گیا ہے۔ پس جس شخص نے اللہ کی کبریائی کے کلمات کہے، اللہ کی حمد و ثناء کی، لا الٰہ الا اللہ کہا، سبحان اللہ کہا، اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کی اور لوگوں کے راستے سے پتھر، کانٹا یا ہڈی کو ہٹایا یا اچھے کام کا حکم دیا یا برے کام سے روکا، تین سو ساٹھ کی گنتی کے برابر (یہ کام کیے) وہ اس دن زمین پر اس حال میں چل رہا ہوگا کہ اس نے خود کو دوزخ سے دور کر لیا۔‘‘

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادار یہ
ایوب بیگ مرزا

سیاسی اور غیر سیاسی اسلام کی بحث

بعض عناصر سیاسی اور غیر سیاسی اسلام کی بحث وقتاً فوقتاً چھیڑ کر طاغوت کے ایجنڈے کو آگے بڑھاتے رہتے ہیں۔ایک دینی تنظیم کے ترجمان جریدے کا یہ دینی فریضہ ہے کہ ایسے حملوں کو پسپا کرتا رہے۔طاغوت اسلام کا خاتمہ اور اپنا غلبہ چاہتا ہے اور یہ عناصر شعوری یا غیر شعوری طور پر مسلمانوں کو ذہنی طور پر اغوا کر کے طاغوت کے لیے راستہ ہموار کرتے ہیں۔اسلام کس حد تک سیاسی ہے اور کتنا غیر سیاسی ہے، ہم اس بحث میں حصہ لے کر اپنے تئیں مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کرنے کی کوشش کریں گے۔

اسلام اور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی درحقیقت ایک ہی شے کے دو نام ہیں۔ان کے اوصاف اور کمالات صرف اللہ رب العزت ہی بیان کر سکتا تھا اور قرآن پاک ہی اس کا احاطہ کر سکتا تھا۔کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ تحریر و تقریر میں اِن کے بیان کا کسی درجہ میں حق ادا کر سکے۔البتہ ہر شخص قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کے مطالعہ کے بعد اپنی صلاحیت استعداد اور ظرف کے مطابق ہدایت اور رہنمائی کے اس سمندر سے فیض یاب ہوسکتا ہے۔حضور ﷺ کی سیرت پاک، آپؐ کا ہر وصف اور ہر کمال گوہرِ نایاب کی مانند ہے لیکن غور فرمائیں کہ اعتدال اور توازن جیسا اسلام میں ہے کسی دین میں نہیں اور جو نبی اکرم ﷺ کی ذات میں ہے، پورے یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ کسی دوسرے نبی کی ذات میں اس درجہ کمال کو نہیں پہنچا۔

اصل موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے اس مسئلہ پر عرض کرنے کی کوشش کروں گا کہ مسلمان دانشور کیونکر گمراہ ہوئے۔گزشتہ چند صدیاں امت مسلمہ کی اکثریت نے سیاسی اور عسکری غلامی میں گزاریں۔بیسویں صدی کے وسط میں ہمیں سیاسی لحاظ سے آزادی تو مل گئی لیکن ہم اس پرندے کی طرح جو طویل عرصہ پنجرے میں قید رہنے کی وجہ سے آزاد فضاؤں سے ناآشنا اور نامانوس ہوگیا تھا، ذہنی طور پر آزاد نہ ہوسکے۔علاوہ ازیں امریکہ اور مغرب نے سائنس اور ٹیکنالوجی میں جو ہوش ربا ترقی کر لی تھی، ہمارے غلام ذہن اور خیرہ آنکھیں اُس کی تاب نہ لاسکے۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم اپنے نظریاتی قلعوں کو مضبوط کرتے ہوئے خود بھی سائنس اور ٹیکنالوجی میں پیش رفت کرتے اور اپنے دین پر ہونے والے حملوں کا اُن ہی بنیادوں پر منہ توڑ جواب دیتے۔یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہیں ہوگا کہ قرآن پاک واحد الہامی کتاب ہے جس میں مذکور کسی اصول یا قاعدے کی سائنس نے تردید نہیں کی اور اگر کی بھی تو بعد ازاں سائنس دانوں نے اپنی اصلاح کر لی۔مثلاً رحم مادر میں پرورش پانے والے بچے کی کیفیات اور ترتیب وار طے پانے والے مراحل قرآن حکیم نے پندرہ سو سال پہلے بیان کر دیئے تھے، حالانکہ اُس وقت نہ ایکسرے مشین تھی نہ الٹرا ساؤنڈ تھا۔قرآن حکیم نے بتا دیا تھا کہ ہر سیارہ اپنے مدار میں گھومتا ہے جبکہ چند صدیاں پہلے تک یورپ میں بھی یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ ساکن ہوتے ہیں۔یہ بات تو جملہ معترضہ کے طور پر آگئی۔ذکر ہو رہا تھا اُمت مسلمہ کی ذہنی غلامی کا۔بدقسمتی سے ہمارے دانشور اور پڑھے لکھے لوگوں نے یہ راستہ اختیار کرنے کی بجائے کہ دنیاوی علم کو بھی اپنی نظریاتی ساکھ اور ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے استعمال کرتے اُنہوں نے مرعوبیت اور مغلوبیت میں عافیت سمجھی۔لہٰذا اُنہوں نے اسلام کو مغرب کی مرضی کے مطابق ڈھالنے کے لیے قرآن و حدیث کی نت نئی توجیہات اور تاویلات کرنے کو دانشوری اور ناموری کا ذریعہ بنالیا۔انہیں ماڈرن اور لبرل اسلام کا ایسا شوق چرایا کہ جس طرح کسی چوکور شے کو گول سوراخ میں فِٹ کرنے کے لیے خراش تراش کرتے ہیں انہوں نے اسلام کو مغرب کے لیے قابل قبول بنانے کے لیے اس کی خراش تراش شروع کر دی۔سر سید اِن دانشوروں کے قائداعظم ہیں۔اگرچہ قومی خصوصاً تعلیمی سطح پر سر سید کی خدمات انتہائی قابل تحسین اور ناقابل فراموش ہیں لیکن اُن سے ہمالائی غلطی یہ ہوئی کہ دینی علم سے یکسر بے بہرہ ہونے کے باوجود انہوں نے قرآن پاک کی ایسی تفسیر لکھنی شروع کی (وہ بھی صرف پندرہ پاروں کی لکھ سکے) جس

تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 — شمارہ 43
24 تا 30 ذوالقعدہ 1431ھ
2 تا 8 نومبر 2010ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا .... (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

میں وہ انگریز کو پسند آنے والی اسلام کی تصویر سامنے لائے۔ سرسید کی نیت یقیناً نیک ہوگی۔ کہا جاسکتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی بھلائی چاہتے تھے۔ وہ مسلمانوں کو پسماندگی سے نکالنا چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ انگریزی سیکھ کر مسلمان زندگی کی دوڑ میں شریک ہوسکیں۔ لیکن اُنہیں ایسے کام میں مداخلت کا حق نہیں تھا، جسے وہ جانتے نہیں تھے۔ دینی محکمات پر سرسید کی گولہ باری یقیناً قابل مذمت ہے۔ لیکن ایک لحاظ سے وہ اس معاملے میں بھی کسی حد تک قابل معافی ہیں اس لیے کہ سائنس نے ابھی اتنی ترقی نہیں کی تھی اور قرآن کے بعض ضوابط ظاہری طور پر سائنس کے اخذ کردہ نتائج سے متصادم تھے اور سرسید اُن کا جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ اپنے مشن کی دھن میں اُن سے یہ غلطی سرزد ہوئی کہ اُنہوں نے اسلام کو درست کرنے کا ٹھیکہ لے لیا۔ آج تو یہ مسئلہ نہیں، سائنس نے قرآن کی حقانیت کو تسلیم کیا ہے۔

اب آیئے، اصل موضوع یعنی اسلام کے سیاسی اور غیر سیاسی ہونے کی بحث کی طرف۔ راقم نے آغاز میں عرض کیا تھا کہ اسلام نے توازن اور اعتدال کی جو مثال پیش کی ہے انسانی تاریخ میں اُس کی نظیر نہیں ملتی۔ اسلام انتہائی سیاسی ہے اور اسلام غیر سیاسی ہے۔ اسلام کا آغاز غارِ حرا سے ہوتا ہے جو اول و آخر تربیتی کورس ہے اور اُس کا سیاست سے دور کا واسطہ بھی نہیں اور نبی اکرم ﷺ کا اپنے وصال سے پہلے قیصر روم اور شہنشاہ ایران کو خط لکھنا اور اُنہیں اسلام کی دعوت دینا اسلام کے انٹرنیشنل فیز کا آغاز تھا، جو بڑی بلند اور اعلیٰ سطح کی سیاسی کارکردگی ہے۔ اسلام غار حرا سے غیر سیاسی انداز میں برآمد ہوتا ہے لیکن اپنے سیاسی نظام کے قیام کے لیے بدر و حنین میں دشمنانِ اسلام سے نبرد آزما ہوتا ہے۔ مدینہ منورہ میں خالصتاً غیر سیاسی شخصیات اصحاب صفہ کی صورت میں انتہائی قابل احترام ہیں۔ اِن کی عبادت، ریاضت اور قناعت انتہائی قابل قدر ہیں۔ ان کی درویشی اور رہبانیت کا ایسا رعب اور دبدبہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے یارِ غار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی تنبیہ کرتے ہیں کہ کہیں اِن کو ناراض نہ کردینا لیکن اِن میں سے کسی کا نام عشرہ مبشرہ میں شامل نہیں۔ عشرہ مبشرہ میں صرف وہ صحابی ہیں جنہوں نے اسلام کے سیاسی نظام کو نافذ کرنے کے لیے جان اور مال کی قربانی دی ہے۔ یہ توازن کی معراج ہے۔

سیاست کس شے کا نام ہے؟ اپنا نظریہ بالفعل قائم کرنے کے لیے قوت حاصل کرنا، اُس نظریہ کو عملی شکل دینے کے لیے کسی مقام جسے ملک یا ریاست کہا جائے گا وہاں عنانِ حکومت سنبھالنا، اگر وہاں مخالف نظریہ قائم ہے تو اُسے گرا کر اپنا نظریہ قائم کرنے کی کوشش کرنا اور اُس نظریہ کے تحت نظام قائم کرنا۔ اگر یہی سیاست ہے اور یقیناً یہی سیاست ہے تو ہمیں بتایا جائے کہ اس میں کون سا کام ہے جو حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے نہیں کیا۔ بعض اوقات انسان کا سر پیٹنے کو جی چاہتا ہے، اگر اسلام مطلقاً کسی غیر سیاسی شے کا نام ہوتا تو شرعی سزائیں، حدود و تعزیرات کا ذکر کتنا بے معنی ہوتا۔ اسلام توازن اور اعتدال کا نام ہے۔ رستم کے جاسوسوں نے مسلمان فوج کے شب و روز دیکھ کر رستم کو یہ رپورٹ دی تھی کہ یہ لوگ رات کے راہب اور دن کے مجاہد ہیں۔ مسلمان میں رہبانیت اور جہاد کے لیے بے تابی کے جذبہ کا امتزاج ہوتا ہے۔ اسلام سیاسی ہے۔ اسی لیے ''مذہب کا ریاست سے کوئی واسطہ نہیں'' تصور کو وہ احمقانہ قرار دیتا ہے۔ لیکن یہاں بھی توازن بڑی عمدگی سے برقرار رکھا گیا ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی مذہبی فریضہ ہے، اسے وصول کرنا حکومتی ذمہ داری ہے، لیکن حکومت صرف ظاہری اموال پر زکوٰۃ وصول کرے گی اور اموالِ باطنہ کے لیے کوئی چھان پھٹک نہیں کرے گی اور نہ ہی اس پر جبراً زکوٰۃ لے سکے گی۔ یورپ، امریکہ اور بھارت میں اگر مذہب اور ریاست الگ ہیں تو اُس کی معقول وجہ ہے۔ ہندومت اور عیسائیت میں سرے سے کوئی شریعت ہے ہی نہیں۔ قرآن مجید میں اسلامی معاشرتی نظام بڑی تفصیل سے موجود ہے۔ معاشی نظام کے واضح خدوخال ہیں۔ سرمایہ کاری کی اجازت دی ہے، سرمایہ پرستی پر قدغن لگائی ہے۔ سود کو حرام قرار دے کر اور کاروباری لین دین میں کئی شرائط عائد کر کے دولت کے ارتکاز کو ناممکن بنادیا ہے، اور دولت کی چند لوگوں کے درمیان گردش کو خلاف اسلام قرار دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ غیر سیاسی اسلام معاشی لحاظ سے ایسے خوبصورت معاشرے کی تشکیل کیونکر کر سکے گا۔ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے بین المذاہب اور تہذیبوں کے درمیان مکالمے کا آغاز کیا گیا ہے۔ زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے اس سے بڑا فراڈ شاید ہی کوئی ہو۔ اس کے لیے آپ کو فریق مخالف کے اندر گھس کر جھانکنے کی ضرورت ہے۔ یہ حقیقتاً بغل میں چھری اور منہ میں رام رام کا رویہ ہے اور یہ آج سے نہیں، اُس وقت ہی شروع ہوگیا جب اسلام ایک قوت بنا۔ قرآن پاک میں سورۃ الکافرون میں اس کا جواب دیا گیا اور وہی بہترین جواب ہے۔

اسلام محض مذہب نہیں دین بھی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ قرآن میں اسلام کے لیے ایک جگہ بھی مذہب کا لفظ استعمال نہیں ہوا، بلکہ لفظ دین استعمال ہوا۔ قرآن نے سورۂ یوسف میں ''دین الملک'' (یعنی بادشاہ کا نافذ کیا گیا قانون) کی اصطلاح استعمال کر کے واضح اشارہ دیا ہے کہ دین سے مراد نظام بھی ہے۔ ایک بات جس کا آج کے موضوع سے اگرچہ براہِ راست تعلق نہیں بالواسطہ تعلق ہے اور ہمارے دانشور حضرات اس معاملے میں بھی مغرب کے سامنے نیک پردین بننے کی کوشش کرتے ہیں، وہ یہ کہ اکثر بڑے زور شور سے کہا جاتا ہے کہ اسلام ایک امن پسند مذہب ہے اور حضور ﷺ نے صرف دفاعی جنگیں لڑیں جو اُن پر مسلط کر دیں گئیں۔ یہ پروپیگنڈا بھی خاص منصوبہ بندی کے تحت کیا جارہا ہے۔ اسلام یقیناً ایک امن پسند مذہب ہے لیکن حضور ﷺ نے صرف دفاعی جنگیں لڑیں خلافِ حقیقت اور تاریخ کا منہ چڑانے والی بات ہے۔ جگہ اور وقت کی قلت تفصیل میں جانے کی اجازت نہیں دیتی۔ صرف غزوۂ بدر کے حوالہ سے عرض ہے کہ اگرچہ میدان جنگ میں قریشِ مکہ کی فوج پہلے اتری لیکن تاریخ کا ہر طالب علم یہ جانتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی حکمتِ عملی سے کفار کو ایسا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ قریش خانہ کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے تمام عرب میں قابل احترام تھے۔ کوئی اُن کے قافلے کو نہیں لوٹتا تھا۔ آپؐ نے ہجرت کے بعد جنگ بدر سے پہلے آٹھ چھاپہ مار دستوں کو اُن کی شاہراہِ تجارت پر بھیجا۔ جس سے یہ شاہراہ غیر محفوظ ہوگئی اور قریش مکہ سمجھ گئے کہ مدینہ میں موجود مسلمانوں کی قوت کو اگر کچلا نہ گیا تو ہم بھوکے مر جائیں گے کیونکہ مکہ زرعی علاقہ نہیں تھا اور اہل مکہ کا ذریعہ معاش صرف تجارت تھا۔ اسلام امن پسند دین ہے لیکن بعض اوقات بگڑے تگڑوں کو راہ راست پر لانا، آگے بڑھ کر جنگ کرنا مستقل اور دیرپا امن کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کلمہ پڑھ کر انسان مسلمان ہوتا ہے وہ کلمہ طیبہ کسی سیاسی نعرے سے کم نہیں۔ تمام باطل معبودوں کی نفی کوئی سیاسی نظام قائم کیے بغیر کیسے ہوگی۔ پھر یہ کہ چودھری، سردار اور غاصب اُس زمانے کے ہوں یا اِس زمانے کے اپنی سفلی خواہشات کو دبا کر محمد ﷺ کو رسول اللہ ٹھنڈے پیٹوں کیسے برداشت کریں گے۔ بڑی سوچ بچار اور غور و فکر کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ سیاسی اسلام کے بغیر غیر سیاسی اسلام کا وجود ہی نہیں، اِس کا تصور کرنا بھی دشوار ہوجائے گا۔ امریکہ اور مغرب کا رویہ اور طرزِ جنگ دیکھ کر ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ دشمنانِ اسلام سیاسی اسلام کو پہلے مرحلے میں ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اُس کے بعد غیر سیاسی اسلام کی باری آئے گی۔ سمجھنے کی ضرورت ہے، دشمن اندلس کی تاریخ گلوبل سطح پر دھرانا چاہتا ہے۔ ہمیں کسی غلط فہمی میں نہیں رہنا ہوگا۔

☆☆☆

’تسبیحِ رب کا مفہوم‘ اور

انقلابِ نبویؐ کا اساسی منہاج

سورۃ الجمعہ کی آیات 1 اور 2 کی روشنی میں

15 اکتوبر 2010ء کو مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** صاحب کا خطابِ جمعہ

حضرات! پچھلے چند اجتماعات جمعہ میں اس حوالے سے گفتگو ہوئی ہے کہ اعتصام بحبل اللہ کے تقاضے کیا ہیں۔ اللہ حکم دیتا ہے کہ میری اس رسی کو مضبوطی سے تھامو، مگر ہم اِسے کیسے تھامیں، کیا کام کریں کہ اللہ کے اس حکم پر عمل ہو سکے، یہ باتیں تفصیل سے بیان ہو چکی ہیں۔ اب ہمیں حکمت و احکام جمعہ کے حوالے سے گفتگو کرنی ہے۔ دیکھا جائے تو جمعہ کا نظام بھی اصلاً تعلیم قرآن ہی کا ہفتہ وار پروگرام ہے۔ مسلمان ہر جمعہ کو مسجد میں جمع ہوتے ہیں۔ نماز جمعہ کے لیے بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ نہا دھو کر، خوشبو لگا کر اور تر و تازہ ہو کر مسجد آنا اور پھر خطبۂ جمعہ سننا ہماری دینی روایات کا حصہ ہے۔ فضیلت جمعہ کی بھی اصل اساس خطبۂ جمعہ ہے۔ جمعہ کا خطبہ گویا قرآن کے ساتھ ہفتہ وار جڑنے کا عملی طریقہ ہے۔ ظاہر ہے، مسلمانوں کا ذہنی و فکری تعلق اگر قرآن کے ساتھ قائم رہے تو عملی تعلق بھی قائم رہ سکے گا۔ سورۃ الجمعہ اس حوالے سے بڑی اہم ہے۔ اس سورت کے پہلے رکوع میں بظاہر جمعہ کا کوئی تذکرہ نہیں، سارا تذکرہ قرآن مجید کا ہو رہا ہے۔ دوسرے رکوع میں احکامات جمعہ آئے ہیں۔ تاہم دونوں میں ربط یہ ہے کہ جمعہ کا نظام اصل میں تعلیم قرآن ہی کے لیے ہے۔ اس سورت میں ہم مسلمانوں کے لیے خصوصی پیغام ہے، وہ یہ کہ امت کا اجتماعی مشن کیا ہے، اور اُس کے لیے ہم نے کیسے کام کرنا ہے۔ اس پہلو سے اس سورۂ مبارکہ کی خصوصی اہمیت ہے۔ سورۃ الجمعہ کا آغاز بڑے شاہانہ اور پرجلال انداز میں ہوتا ہے۔ فرمایا:

﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ①﴾ (الجمعہ)

”جو چیز (بھی) آسمانوں میں ہے اور جو چیز (بھی) زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتی ہے، جو بادشاہ حقیقی، پاک ذات، زبردست، حکمت والا ہے۔“

زمین و آسمان میں موجود ہر شے اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ اللہ کی ہستی کیا ہے؟ اس کی صفات میں سے چار صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ ”الملک“ یعنی بادشاہ حقیقی ہے۔ وہ ”القدوس“ یعنی مجسم پاکیزگی ہے، ”العزیز“ یعنی غالب و برتر ہے اور ”الحکیم“ یعنی انتہائی حکمت والا ہے۔ ”تسبیح“ کسے کہتے ہیں؟ تسبیح ویسے تو کلمہ ”سبحان اللہ“ کہنا ہے۔ اس کا حکم ہمیں قرآن مجید میں دیا گیا ہے۔ فرمایا: ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝﴾ (الواقعہ:74) ”پس اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کرو جو بڑی عظمت والا ہے۔“ سورۃ الاعلیٰ میں ارشاد ہوا، ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ①﴾ ”اپنے رب کے نام کی تسبیح کرو جو اعلیٰ ہے۔“ تسبیح کا مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ پاک ہے، لیکن محض لفظ ”پاک“ سے اس کا پورا مفہوم ادا نہیں ہوتا۔ تسبیح میں بنیادی طور پر یہ بات شامل ہے کہ ہم اللہ کے بارے میں کوئی ایسا تصور نہ کریں جس سے اُس کے مقام بلند میں کمی آتی ہو۔ اللہ ہر عیب، ہر نقص اور ہر کمی کوتاہی سے پاک اور منزہ ہے۔ ذات باری تعالیٰ ہر اعتبار سے کامل ہے۔ انسان خواہ کتنا ہی نیک ہو، پھر بھی اُس کے نفس میں شر اور برائی کے کچھ نہ کچھ جذبات موجود ہوتے ہیں، اسی لیے تو ہم شرورِ نفس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ انسان کے اندر جو بھی حسن و خوبی ہے وہ اللہ کی عطا کردہ اور اُس کی خلاقیت کی مظہر ہے۔ اِس میں انسان کا کوئی کمال نہیں۔ والدین میں اولاد کے لیے محبت و شفقت ہوتی ہے۔ اُن کے دلوں میں یہ جذبات اللہ ہی ڈالتا ہے۔ جب آپ کوئی اچھی تصویر دیکھ کر اُس کی تعریف کرتے ہیں تو دراصل آپ مصور کی تعریف کر رہے ہوتے ہیں، جس نے اتنی مہارت سے یہ تصور بنائی۔ انسان ہی کیا پوری کائنات اللہ کی خلاقی، صناعی اور مصوری ہے۔ یہاں جو حسن اور جو خیر و بھلائی ہے، اُس کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے۔ کائنات میں بوقلمونی اور تنوع پایا جاتا ہے۔ جو لوگ پرندوں کی دنیا میں تحقیقات کرتے ہیں، وہ اس قدر ورائٹی دیکھتے ہیں کہ دنگ رہ جاتے ہیں، اُن کی تحقیق ختم ہونے کو نہیں آتی۔ جو لوگ پھولوں کو دیکھتے ہیں وہ بھی انگشت بدنداں ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ فلکیات اور اجرام سماوی کا رُخ کرتے ہیں، کائنات کی وسعت دیکھ کر وہ بھی چکرا جاتے ہیں۔ یہ حسن و رعنائی اور یہ بوقلمونی اللہ ہی کی خلاقی اور اُس کی قدرت و کمال کے مظاہر ہیں۔ اللہ کی ذات ہر کمزوری اور نقص سے پاک ہے۔ اللہ بادشاہ حقیقی ہے، لیکن اُس کی بادشاہت کسی اور کے سہارے قائم نہیں۔ اُسے کسی کی احتیاج نہیں۔ اگر ہم نے یہ سمجھا کہ اللہ کی حکومت بھی کچھ درباریوں کے بل پر قائم ہے، اُس کے بھی کچھ منصب دار ہیں، جو اپنی جگہ صاحب اختیار ہیں اور اللہ اُن کی بات ٹال نہیں سکتا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے اللہ کے ساتھ کمزوری کا تصور وابستہ کر لیا، اُسے اُس کے مقام رفیع سے نیچے لے آئے، اُس کا مرتبہ گھٹا دیا۔ اسی طرح چونکہ اللہ کی ذات کامل ہے لہٰذا اُسے اولاد کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ اولاد تو انسان کی ضرورت ہے، اِس لیے کہ انسان فانی ہے، اُسے ایک نہ ایک دن یہ دنیا چھوڑ کر جانا پڑتا ہے۔ لہٰذا وہ چاہتا ہے کہ میری اولاد ہو، تاکہ میرا تسلسل قائم رہے۔ اللہ اس طرح کے تمام تصورات سے پاک ہے۔

تسبیح کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ بعض احادیث میں تسبیح کے بارے میں یہ الفاظ آئے ہیں: (ترجمہ)

”تسبیح (سبحان اللہ) نصف میزان الحمد للہ کامل میزان اور اللہ اکبر آسمان اور زمین کے درمیان، خلاء کو بھر دیتا ہے۔“

کائنات کی ہر چیز، اِس کا ہر ذرہ اللہ کی تسبیح کر رہا ہے، یہاں تک کہ ہمارے جسم کا ہر ہر خلیہ بھی اُس کی تسبیح میں لگا ہوا ہے۔ ہر شے زبانِ حال سے بھی یہ گواہی دیتی ہے کہ میرا خالق، میرا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور وہ ہر عیب اور نقص سے منزہ ہے۔ البتہ، یہ تسبیح کیسی ہے، اس کی کیفیت کیا ہے، ہم اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ وَلٰکِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِیۡحَهُمۡ﴾ (بنی اسرائیل:44)

''اور (مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم اُس کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔''

اگلی آیت میں نبی کریم ﷺ کی اُمیین میں بعثت اور آپؐ کی انقلابی جدوجہد کے اساسی منہاج کے ضمن میں آپؐ کے چار کاموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ﴾ (الجمعہ:2)

''وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمدؐ کو) پیغمبر بنا کر بھیجا۔''

نبی کریم ﷺ کو جن لوگوں میں مبعوث فرمایا گیا، وہ اُمیین تھے۔ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ اس زمانے میں لکھنے پڑھنے کا کوئی رواج ہی نہ تھا اور نہ اس کے لیے تعلیمی ادارے موجود تھے۔ لیکن اس کے باوجود اہل عرب زبان دانی، فصاحت و بلاغت اور خطابت میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ شعر اور قصیدہ گوئی میں اُن کا کوئی مقابلہ نہ کرسکتا تھا۔ اسی لیے وہ دوسروں کو عجمی کہا کرتے تھے۔ اللہ کے نبیؐ کی دعوت کے اولین مخاطب بھی اُمّی لوگ تھے۔ خود آپؐ کا لقب بھی اُمّی ہے۔ آپؐ بھی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، مگر آپ کی رفعت شان کا یہ عالم ہے کہ نہ لکھنے پڑھنے کے باوجود معلم انسانیت کا بلند مقام پایا۔ آپؐ نے دنیا بھر کو علم وعرفان کی روشنی بخشی۔ آپؐ کی زبان ترجمان حق سے علم و حکمت کے چشمے پھوٹے۔ آپؐ کی فضیلت ہی یہ ہے کہ اُمّی ہو کر آپ اِس مقام رفیع پر فائز ہوئے۔

سب کو ملا بقدر ظرف شعور ذات
اُمّی لقب پہ ختم ہوئی آگہی تمام

آپؐ کے چار کاموں کی بابت فرمایا:

﴿یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ ۚ﴾

''جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور انہیں (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔''

آپؐ لوگوں کو آیات الٰہی پڑھ کر سناتے، اُن کا تزکیہ کرتے، انہیں کتاب کی تعلیم دیتے اور انہیں حکمت سکھاتے تھے۔ والد محترم فرمایا کرتے تھے کہ قرآن حکیم کے اہم ترین مضامین کم از کم دو بار ضرور بیان ہوتے ہیں۔ آپؐ کے ان کاموں کا تذکرہ قرآن حکیم میں چار بار ہوا ہے۔ ایک تو یہی مقام ہے۔ دو مقامات سورۃ البقرہ (آیات 129 اور 151) کے ہیں اور ایک سورۂ آل عمران (آیت:164) کا۔ معلوم ہوا کہ ان کاموں کی خصوصی اہمیت ہے۔ چار مقامات پر مختلف پیرائے میں یہ بات اس لیے بیان کی گئی ہے، تاکہ ہم اس کی طرف خصوصی توجہ کریں اور اس میں غور وفکر کریں۔

اگر دیکھا جائے تو ان کاموں کا تعلق آپؐ کے برپا کردہ انقلاب کے اساسی منہاج سے ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو خصوصی مشن دیا گیا تھا اور یہ مشن تھا دین حق کو غالب اور سربلند کر دینا۔ چنانچہ آپؐ

پریس ریلیز

حافظ عاکف سعید

تحریک پاکستان کے دوران اللہ سے کیے گئے نفاذِ اسلام کے وعدے سے انحراف کی بنا پر قوم آج اللہ کی ناراضی کا شکار اور مختلف نوع کے عذابوں میں مبتلا ہے

ظلم و ناانصافی، قومی افتراق و انتشار، مہنگائی، قتل و غارت گری، زلزلے اور سیلاب جیسے عذابوں سے نجات کے لیے مسلمانانِ پاکستان اپنی زندگی کی غلط روش اور گناہوں سے سچی توبہ کریں

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے ''توبہ کی پکار'' مہم کے آغاز پر کراچی پہنچنے پر ایک بیان میں کہا ہے کہ قوم کے تحریک پاکستان کے دوران اللہ سے کیے گئے نفاذ اسلام کے وعدے سے انحراف کی بنا پر آج اس کی ناراضی کا شکار ہے۔ کرپشن معاشرے کی جڑوں میں سرایت کر چکی ہے۔ جس کی بنا پر وعدہ خلافیوں' جھوٹ اور امانت میں خیانت کا دور دورہ ہے۔ سورۃ الانعام میں وارد اللہ تعالیٰ کے عذاب کی تمام شکلوں میں ہم مبتلا ہو چکے ہیں۔ انفرادی زندگیوں سے لے کر آئین و دستور تک میں منافقت پیدا ہو چکی ہے۔ زلزلہ اور سیلاب کی صورت میں ہمیں اللہ کے عذاب کا سامنا ہے اور معاشرے میں تفریق کی بنا پر ہم آج ایک دوسرے کی طاقت کا مزا چکھ رہے ہیں۔ انسانی خون ارزاں ہو چکا ہے اور اس کی بنیادی ضروریات کی قیمتیں مہنگائی کی انتہا کو پہنچ چکی ہیں۔ اگر ہم اس صورتحال سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اللہ کی پکار پر توبۃ النصوح یعنی سچی توبہ کرنی پڑے گی۔ تنظیم اسلامی نے اس بارے میں عوامی شعور اجاگر کرنے اور انہیں توبہ پر مائل کرنے کے لئے ''توبہ کی پکار'' مہم شروع کی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ اللہ کے حضور اپنے سابقہ گناہوں پر سچی توبہ کرے اور یہ توبہ کرنے والے مجتمع ہو کر وطنِ عزیز میں نظام خلافت کے قیام کی جدوجہد میں شریک ہوں تاکہ تحریک پاکستان کے دوران کیا گیا ہمارا اللہ سے وعدہ پورا ہو اور ہم اس کی ناراضی سے بچ سکیں۔ (22 اکتوبر 2010ء)

امن وامان کی خوفناک صورتحال سے نجات کے لیے حکمران امریکی جنگ سے فی الفور علیحدگی اختیار کریں

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے پشاور کی مسجد پشتہ خرہ بالا میں نماز جمعہ کے بعد ہونے والے دھماکے کی شدید الفاظ میں مذمت کی اور دھماکے کے نتیجے میں بے گناہ مسلمانوں کی شہادت پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ یہ وحشیانہ دھماکہ اسلام اور پاکستان دشمن بیرونی خفیہ ایجنسیوں کی کارروائی معلوم ہوتی ہے، جنہوں نے اپنے مذموم مقاصد کے لیے وطنِ عزیز کو خصوصی ہدف بنا رکھا ہے۔ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی مسجد جیسے مقدس مقام پر ایسی گھناؤنی اور سفاکانہ کارروائی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ نائن الیون کے بعد ہمارے فوجی آمر پرویز مشرف نے ہوس اقتدار اور ڈالروں کی لالچ میں بیرونی ایجنسیوں کو ملک میں کھل کھیلنے کی اجازت دی اور موجودہ عوامی حکومت نے بھی اسی پالیسی کا تسلسل برقرار رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ طرزِ عمل ملک و ملت سے غداری کے مترادف ہے، اور اسی کی سزا ہے جو ہم آئے روز ملک کے طول وعرض میں ہونے والی دہشت گردی کی وارداتوں اور ڈرون حملوں کی صورت میں بھگت رہے ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ امن وامان کی خوفناک صورتحال کا اولین تقاضا ہے کہ حکمران ہوش کے ناخن لیں اور اپنی داخلہ اور خارجہ پالیسی پر نظرثانی کریں۔ انہوں نے یاد دلایا کہ جب تک وار آن ٹیرر کی آڑ میں اسلام کے خلاف امریکی جنگ سے علیحدگی اختیار نہیں کی جاتی اور ملک سے بیرونی ایجنسیوں کا کردار ختم نہیں کیا جاتا، بدامنی وانتشار اور دہشت گردی کا خاتمہ نہیں ہوسکے گا۔ (23 اکتوبر 2010ء)

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت تنظیم اسلامی)

کے مقصد بعثت کی اِس امتیازی شان کے حوالے سے قرآن حکیم میں تین مقامات پر یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ﴾

(التوبۃ:33، الفتح:28، الصف:9)

''وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر (ﷺ) کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے.....''

اس مشن کی جانب آپؐ کو ابتدا ہی میں یہ کہہ کر متوجہ کردیا گیا تھا کہ ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ ''اور اپنے رب کی کبریائی کا اعلان کرو۔'' ظاہر ہے، تکبیر رب کا حق تبھی ادا ہوسکتا تھا جب اللہ کی زمین پر اللہ کا قانون غالب کردیا جائے۔ آپؐ کا یہ مشن ایک زبردست انقلابی مشن تھا، یہ ایک انتہائی بھاری ذمہ داری تھی۔ کیونکہ ایک نظام کو ختم کرکے نئے نظام کو قائم کرنا آسان کام نہ تھا۔ اس لیے کہ کوئی بھی رائج نظام نئے نظام کے لیے جگہ خالی نہیں کرتا۔ اُس نظام کے پروردہ مراعات یافتہ طبقات کے اس نظام سے مفادات وابستہ ہوتے ہیں۔ جب بھی انقلاب کی بات کی جاتی ہے، تو یہ طبقات اُس کی شدید مخالفت کرتے ہیں۔ یہ لوگ کبھی نہیں چاہتے کہ عدل و قسط کا نظام آئے، اور ہمارا استحصالی نظام زمین بوس ہو۔ پھر یہ کہ جب مشن عظیم ہو تو اُس کے لیے کوشش اور جدوجہد بھی اُسی درجے میں درکار ہوتی ہے۔ لہٰذا آپؐ نے دین حق کے غلبہ اور اسلامی انقلاب کے لیے انسانی سطح پر رہ کر زبردست منظم اور مربوط جدوجہد کی۔ اللہ چاہے تو آنِ واحد میں سب لوگوں کو حق کا پیرو بنادے، مگر اللہ کا یہ دستور نہیں ہے، اس لیے کہ پھر ابتلاء و آزمائش کا سارا فلسفہ ہی معنویت کھو دیتا ہے۔ آپؐ نے اس عظیم مشن کے لیے ایک عظیم انقلابی جماعت تیار کی۔ ایسے افراد تیار کیے جو سیرت و کردار کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ اُن کی سوچ، فکر عقائد، اقدار، آرزوئیں اور تمنائیں دین حق کے تابع ہوگئی تھیں۔ وہ حق کے لیے لڑنے اور مرنے کو زندگی کی سب سے بڑی متاع سمجھتے تھے۔ ہر قسم کے سخت سے سخت حالات اور آزمائشوں میں ثابت قدم رہنے والے تھے۔ استقامت کی چٹان اور عزیمت کا کوہ گراں تھے۔ اُن کا ایمان و یقین اعلیٰ درجے کا تھا۔ اللہ کے دین کی سربلندی کی خاطر زندگی سے زیادہ انہیں شہادت عزیز تھی۔ وہ دنیا کے پرستار نہیں، آخرت کے خریدار تھے۔ آپؐ کی تربیت سے عرب کی جھگڑالو قوم سے تعلق رکھنے والے یہ لوگ معلم اخلاق بن گئے۔ جب ایسے پاکیزہ اور صالح افراد پر مشتمل حزب اللہ تیار ہوگئی تو پھر انہیں باطل نظام سے ٹکرایا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باطل سرنگوں ہوگیا اور غلبۂ حق کی وہ منزل آن پہنچی جو آپؐ کے مقصد بعثت کی خصوصی شان تھی۔ نہ صرف عرب بلکہ بیرون عرب قیصر و کسریٰ بھی اسلام کے نظام عدل کے آگے سرنگوں ہوگئے۔ اس جماعت کی تیاری کے لیے آپؐ کا آلہ قرآن حکیم تھا۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کی تعلیم و تربیت اور عظیم الشان جماعت کی تیاری کے لیے یہی چار کام کیے، جن کا بیان آیت زیر بیان میں ہورہا ہے، یعنی تلاوت آیات، تزکیہ، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت۔ آپؐ کے انقلاب کے اس اساسی منہج میں ہمارے لیے بھی یہی سبق ہے کہ حزب اللہ کی تیاری اور افراد کی سیرت و کردار کی تشکیل کے لیے ہم بھی یہی کام کریں۔

آپؐ کے اِن چار کاموں کا خصوصی تعلق پہلی آیت میں بیان کردہ اللہ کی چار صفات سے ہے۔ آپؐ کا پہلا کام تلاوت آیات تھا اور اللہ کی پہلی صفت ''الملک'' بیان ہوئی ہے۔ اللہ ''الملک'' یعنی بادشاہ حقیقی ہے۔ اہل عرب اللہ کو خالق کائنات تو مانتے تھے، مگر رب نہیں مانتے تھے۔ انہوں نے اپنے بتوں کو رب بنا رکھا تھا۔ اللہ کی بجائے انہیں مشکل کشا سمجھتے تھے۔ اللہ کی ربوبیت کا تصور اُن کے حافظے سے محو ہوگیا تھا۔ آپؐ اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے، تاکہ دلوں سے یہ گرد ہٹے اور یہ معلوم ہوسکے کہ خالق ہی نہیں ہمارا رب بھی اللہ تعالیٰ ہے، وہی مالک حقیقی ہے۔ آپؐ کا دوسرا کام تزکیہ بیان ہوا ہے اور اللہ کی یہاں دوسری صفت ''القدوس'' یعنی ''مجسم پاکیزگی'' آئی ہے۔ جن لوگوں کو اللہ کی یاد آگئی، جنھوں نے اُس کی رب کی حیثیت کو تسلیم کرلیا، اُس پر ایمان لے آئے، آپؐ اُن کا تزکیہ کرتے، اُن کو باطنی بیماریوں سے پاک کرتے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا تیسرا کام تعلیم کتاب تھا اور اللہ کی تیسری صفت ''العزیز'' بیان ہوئی ہے۔ کتاب قانون شریعت دیتی ہے۔ حلال و حرام کے بارے میں بتاتی ہے۔ اللہ ''العزیز'' یعنی سب پر حاوی ہے، مقتدر ہے۔ ظاہر ہے، اقتدار کے ساتھ لازمی طور پر قانون کا تصور وابستہ ہے۔ آپؐ کا چوتھا کام تعلیم حکمت ہے اور اللہ کی چوتھی صفت یہاں الحکیم (حکمت والی ہستی) بیان ہوئی ہے۔ معلوم ہوا کہ نبیؐ کے ان چار کاموں اور اللہ کی صفات کے مابین باہمی ربط موجود ہے، جس پر فوکس کرنے کی ضرورت ہے۔

آپؐ لوگوں کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتے۔ آیاتِ الٰہی اللہ کی نشانی ہے۔ اس کلام کو سن کر رب کی یاد ذہنوں میں تازہ ہوجاتی ہے، عرب کہ جنھیں اپنی زبان دانی پر بڑا ناز تھا، جب قرآن سنتے تو یہ ماننے پر مجبور ہو جاتے کہ ﴿مَا هٰذَا قَوْلُ الْبَشَرِ﴾ ''یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔'' اُن کا دل گواہی دیتا، یہ کلام جو فصاحت و بلاغت کی معراج ہے، کسی انسان کا نہیں ہوسکتا۔ یہی تلاوت آیات آپؐ کا ذریعہ دعوت تھا۔ آج بھی جو جماعت احیائے اسلام کے لیے اُٹھے، حزب اللہ کی تیاری کے لیے اُسے قرآن ہی کو اپنا مرکز و محور بنانا ہوگا۔ آپؐ کا دوسرا کام تزکیہ تھا۔ تزکیہ کیا ہے؟ دیکھیے، انسان کے اندر نفسانی طور پر کئی کمزوریاں ہیں۔ وہ ضعیف اور کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ اُس کے اندر ملکوتی صفات بھی ہیں اور حیوانیت اور بہیمیت بھی ہے۔ عام طور پر اُس کا نفس اُس کی ملکوتی صفات کو دبا کر اُس پر غلبہ پالیتا ہے اور انسان اسفل السافلین کو درجے کو پہنچ جاتا ہے۔ نفسانی کمزوریوں میں بخل، تکبر، غصہ، انتقام، حرص، طمع، حسد، حُبّ دنیا، حُبّ جاہ وغیرہ شامل ہیں۔ تزکیہ یہ ہے کہ ان باطنی کمزوریوں پر قابو پایا جائے۔ ان بیماریوں کا علاج کیا جائے، اِن کا قلع قمع کیا جائے، تاکہ اِن کے برعکس صفات کا انسان پر غلبہ ہوجائے۔ اگر ان کمزوریوں پر قابو نہ پایا جائے تو انسان حیوانیت سے بھی بدتر سطح پر گر جاتا ہے۔ انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی کا سفر رُک جاتا ہے۔ دنیا کی محبت، حسد، نفرت، انتقام جیسے جذبات اُسے آگے بڑھنے سے روکتے ہیں۔ یہ پاؤں کی وہ بیڑیاں ہیں، جن سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہ کمزوریاں اگر اندر رہ گئیں تو وہ انسان کو نگل دیں گی اور اُس کی عاقبت کو برباد کردیں گی۔ نبی کریم ﷺ نے تزکیہ کا یہ کام بڑے حکیمانہ انداز سے کیا۔ حدیث میں ہے کہ آپؐ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کی یارسول اللہ مجھے کوئی نصیحت کیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: ''غصہ نہ کیا کر'' اُس نے کہا کوئی اور نصیحت کیجیے۔ آپؐ نے پھر فرمایا: ''غصہ نہ کیا کر''۔ اُس نے پھر عرض کی، یارسول اللہ کوئی اور نصیحت کیجیے، آپؐ نے پھر فرمایا: ''غصہ نہ کیا کر''۔ سوچیے، آپؐ نے تینوں مرتبہ غصہ ترک کرنے کی نصیحت کیوں فرمائی؟ اس لیے کہ آپؐ یہ دیکھ رہے تھے کہ اُس شخص کی اصل کمزوری غصہ ہے، لہٰذا بار بار نصیحت فرمائی کہ اس پر قابو پائے۔ دراصل انھی ان نفسانی کمزوریوں سے شیطان فائدہ اُٹھاتا ہے اور آدمی سے ایسے ایسے غلط کام کراتا ہے کہ وہ پوری عمر پچھتاتا رہتا ہے کہ کاش میں یوں نہ کرتا۔ نفس کے اِن غلط داعیات اور ناجائز تقاضوں پر قابو پانا بہت ضروری ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں جو لڑائی میں دوسرے کو پچھاڑ دے، بلکہ وہ ہے جو غصے میں اپنے آپ پر قابو پائے۔ مشکوٰۃ شریف کی ایک

(باقی صفحہ 15 پر)

تحریک آزادیٔ کشمیر کی منزل: نفاذِ اسلام

ضمیر اختر خان

اسی کی دہائی میں افغان مجاہدین کے ہاتھوں روس کی رسوائی نے کشمیری مسلمانوں میں ہندوستان سے آزادی حاصل کرنے کی امنگ اور حوصلہ پیدا کیا۔ خاص طور پر نوجوانوں کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ آزادی مانگی نہیں جاتی بلکہ آزادی حاصل کرنے کے لیے جدوجہد (جہاد) کرنی پڑتی ہے، قربانی پیش کرنی ہوتی ہے اور وقت آنے پر ظالم کی گردن بھی مارنی ہوتی ہے۔ افغان مسلمانوں کی سوویت یونین کے خلاف کامیابی کو شاطر لوگ امریکہ کے کھاتے میں ڈال کر ان کی بے مثال جدوجہد کی تنقیص کرتے ہیں۔ اسی طرح پاکستان کے کردار کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے اور اصل غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ کہیں کامیابی کا کریڈٹ افغانیوں کو نہ مل جائے۔ امریکہ کی افغان معاملے میں دلچسپی ہو یا پاکستان کی شرکت، ہر دو کے اپنے اپنے مفادات کے لیے تھی۔ امریکہ سوویت یونین سے ویتنام کا بدلہ لینا چاہتا تھا اور پاکستان کو اپنا دفاع خطرے میں نظر آ رہا تھا۔ البتہ افغان مسلمانوں نے طویل آزمائش کے بعد اپنی جدوجہد کو صحیح رخ دے دیا اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ آزادی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اللہ کی زمین پر اللہ کا دیا ہوا نظام شریعت نافذ کر دیا۔ گویا انہوں نے اپنی جدوجہد کا اصل مقصد اللہ کے احکام کی تنفیذ حاصل کر لیا اور تمکن فی الارض کا تقاضا پورا کر دیا۔

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ﴾ (الحج:41)

”وہ جنہیں ہم زمین میں غلبہ عطا کریں تو وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔“

ان سطور کے ذریعے ہم اہل کشمیر سے گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ آپ ابھی سے اپنی آزادی کی منزل کا تعین کر لیجیے اور بحیثیت مسلمان وہ منزل نفاذ اسلام کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ آزادی کی تحریک میں شریک تمام کشمیری مسلمانوں سے ہماری درخواست ہے کہ وہ بانگ دہل یہ اعلان کریں کہ ہمیں آزادی اس لیے چاہیے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں اور نبی ﷺ کے طریقوں کے مطابق اپنی زندگیوں کا نقشہ ترتیب دے سکیں۔ مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی کا مقصد وحی اللہ کے احکام کی بالادستی ہے۔ اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ افغانیوں کی ان کوتاہیوں کا ذکر کیا جائے، جن سے اگر کشمیری مسلمان اپنے آپ کو بچا لیں تو بعد میں ان شاء اللہ وہ ان مسائل سے دوچار نہیں ہوں گے، جن میں مبتلا ہو کر افغان مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔

روس کے خلاف جدوجہد کے آغاز ہی میں افغان مسلمان مختلف دھڑوں میں منقسم تھے، جبکہ اللہ کی نصرت کا وعدہ مسلمانوں کی اجتماعیت کے ساتھ ہے۔ دھڑے بندیاں، گروہی و مسلکی اختلافات، فرقہ واریت اور علیحدہ قیادتیں ہمیشہ نقصان کا باعث رہی ہیں۔ علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

یہ امر واقعہ ہے کہ روس کو شکست فاش دینے کے بعد افغان مسلمان خانہ جنگی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اس کا سبب اسلام کی سربلندی و نفاذ کی بجائے گروہی تعصبات تھے اور اس کشت و خون میں سب سے بڑا نقصان یہ ہوا تھا کہ جہاد جیسی مقدس اصطلاح بدنام ہو گئی تھی۔ پھر مختلف مواقع پر ان گروہوں کے مابین معاہدے ہوئے حتیٰ کہ ایک عہد و پیمان حرم شریف میں بھی ہوا تھا، جسے بعد ازاں توڑ دیا گیا تھا۔ اس دوران پاکستانی مسلمانوں کا رویہ بھی اسلامی تقاضوں کے برعکس تھا۔ یہاں پر اپنے اپنے افکار سے ہم آہنگ لوگوں سے راہ و رسم پیدا ہونا شروع ہو گئی۔ حکمت یار اور برہان الدین ربانی کی حمایت میں جماعت اسلامی پیش پیش تھی، جبکہ عبدالرب رسول سیاف کی پشت پر مکتب اہل حدیث تھا۔ اسی طرح دوسرے گروہوں کے بھی پشتیبان موجود تھے۔ 1996ء میں مدرسوں کے طلبہ نے خانہ جنگی سے تنگ آ کر معاملات اپنے ہاتھ میں لیے، جن کی اکثریت مسلک دیوبند سے تعلق رکھتی تھی، تب علمائے دیوبند نے ان کی سرپرستی شروع کر دی۔ ان کا یہ عمل قابل ستائش تھا کیونکہ ان طلبہ نے جو اب ”طالبان“ کے نام سے مشہور ہو چکے تھے، اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں شریعت اسلامیہ نافذ کرنا شروع کر دی اگرچہ اس میں انہیں شمالی اتحاد کی طرف سے کافی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ تصور کیجیے کہ روس کے خلاف جہاد کے آغاز ہی سے اگر سارے افغان مسلمان ایک امیر کی قیادت میں جمع ہو کر نفاذ اسلام کی منزل کو اپنا ہدف مقرر کر لیتے تو روس کے جانے کے بعد وہ مسائل پیش نہ آتے جنہوں نے ایک عرصے تک پورے افغانستان کو اپنی گرفت میں لیے رکھا۔

اس وقت کشمیر کی تحریک آزادی کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہاں پر ہدف و مقصد کے اعتبار سے یکجہتی نہیں پائی جاتی۔ بھارت سے آزادی کے بعد کیا کریں گے، یہ کوئی نہیں بتاتا۔ مانا کہ بھارت کے ظلم و ستم سے نجات پانی چاہیے لیکن بھارت سے گلوخلاصی کے بعد بھی غیر اللہ کی غلامی میں ہی رہنا ہے تو یہ کوئی آزادی نہیں ہے۔ سید علی گیلانی صاحب اگرچہ دین کا اچھا فہم رکھتے ہیں مگر وہ بھی مجرد آزادی کی بات کرتے ہیں۔ میر واعظ عمر فاروق علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں مگر تاثر یہ دیتے کہ وہ ایک جدید جمہوریت پسند دانشور ہیں اور جمہوری نظام حکومت ہی کو دورِ حاضر کے لیے موزوں سمجھتے ہیں۔ یہی حال دوسرے قائدین کا بھی ہے۔

کسی تحریک کے مختلف قائدین ہونا بھی سمجھ سے بالاتر ہے۔ جب مقصد ایک ہے، منزل ایک ہے تو قیادت کی دوئی یا کثرت کا کیا جواز ہے۔ ہماری تاریخ کا سب

سے تابناک اور زریں دور واحد قیادت کا نقشہ پیش کرتا ہے، اور اُمت ایک ہی قیادت میں پوری امت متحد نظر آتی ہے۔ نبی ﷺ کی اصل حیثیت تو اللہ کے نمائندے یعنی رسول کی تھی لہٰذا ان کے مقابلے میں کسی لیڈر کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ خلافت راشدہ میں بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے حضرت عمر، حضرت عثمان یا حضرت علی رضی اللہ عنہ میں سے کوئی بھی برابر یا مقابلے کی لیڈری نہیں چاہتا تھا بلکہ یہ سب اور دیگر کئی صائب الرائے حضرات صحابہ کرام ابوبکرؓ کے تابع تھے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ کوئی کسی کے تابع نہیں ہونا چاہتا۔ مغربی فکر و فلسفے کی بہت سی خرابیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے ہر ایک کو لیڈر بننے کے خبط میں مبتلا کر دیا ہے۔ نتیجتاً امت تقسیم ہو کر رہ گئی ہے۔ اگر تحریک آزادیٔ کشمیر سے وابستہ لوگ وحدت قیادت کے اصول کو اختیار کر کے ایک امیر کے ہاتھ پر بیعت جہاد کریں اور ہدف اسلامی نظام کا قیام و نفاذ مقرر کر کے اپنی جدوجہد کو تیز تر کریں تو امید کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد انہیں کامیابی سے ہمکنار فرمائے گا۔ آج کل ایک بیماری ہم مسلمانوں میں پیدا ہوگئی ہے اور وہ ہے کفار و مشرکین کا ڈر و خوف۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر علی الاعلان ہم نفاذ اسلام کی بات کریں گے تو کفار و مشرکین ہمارے خلاف محاذ بنا لیں گے اور ہمارے لیے مشکلات پیدا کریں گے۔ اس ضمن میں انبیاء علیہم السلام کی تاریخ کا قرآن میں بکثرت ذکر ملتا ہے کہ وہ لوگوں کی مخالفت کی پروا کیے بغیر حق کا پرچار کرتے تھے اور بلا خوف لومۃ لائم کرتے تھے۔ اسلام کی صداقت میں اتنی طاقت ہے کہ آج بھی اگر اس کی دعوت علی الاعلان دی جائے تو کفار پر رعب طاری ہو جاتا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ جب ہم اللہ کی کبریائی کا نظام قائم کرنے کھڑے ہوں گے تو اللہ ضرور ہماری مدد فرمائے گا۔ اللہ ہمیں اس کا یقین عطا فرمائے۔

آزاد کشمیر کی حکومت کو بھی اللہ کے احکام اپنے ہاں جاری کر کے تحریک آزادیٔ کشمیر کو تقویت پہنچانی چاہیے۔ اس وقت آزاد کشمیر میں جس طرح سیاسی کھیل کھیلے جا رہے ہیں ان سے آزادی کی تحریک کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ ہماری آزاد کشمیر کے سیاست دانوں سے التجا ہے کہ وہ ہوس اقتدار میں گرفتار ہونے کی بجائے اس وقت مل جل کر یہاں اسلامی نظام کو نافذ کریں، اب تک جو پیش رفت شریعت اسلامیہ کے حوالے سے عدالتی نظام میں ہوئی ہے اس کے فوائد سے لوگوں میں آگاہی پیدا کریں، تاکہ عوام الناس میں شریعت اسلامیہ کے ساتھ ذہنی و قلبی تعلق قائم ہو۔ موجودہ وزیر اعظم سردار عتیق احمد دین اسلام کا فہم بھی رکھتے ہیں اور خاندانی طور پر دینی شناخت کے حامل ہیں۔ ان کے والد محترم سردار عبدالقیوم خان بھی اپنی دین داری کی وجہ سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ انہوں نے ایک موقع پر مولانا محمد یوسف خان رحمہ اللہ سے وعدہ کیا تھا (بحوالہ انٹرویو شائع شدہ روزنامہ اسلام بابت 23 ستمبر 2010ء) کہ وہ انتخابات میں کامیابی کے بعد اسلامی نظام کے نفاذ کی کوشش کریں گے۔ انہیں کامیابی تو ملی لیکن اسلام کے نفاذ کی طرف پیش رفت نہ ہو سکی۔ اب اگر ان کے جانشین محترم سردار عتیق احمد اسلام کے نفاذ کی کوشش کریں تو اس سے ان کے والد کے ایفائے عہد کا اہتمام ہو جائے گا جس کا حکم اللہ نے تاکیدی انداز میں یوں فرمایا ہے

﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾

(سورۃ بنی اسرائیل:34)

''عہد کو پورا کرو۔ عہد کے بارے میں اللہ کے ہاں بازپرس ہوگی۔''

نبی ﷺ نے بدعہدی کو بے دینی سے تعبیر فرمایا ہے۔ فرمایا: ((لادين لمن لا عهدله)) ''اس شخص کا کوئی دین نہیں جو عہد کی پاسداری نہیں کرتا''۔ نفاذ اسلام سے آزادی کے بیس کیمپ کی حیثیت سے اس خطے کی اہمیت بھی نمایاں ہو جائے گی۔ اس وقت تو اغیار طعنہ دیتے ہیں کہ آزاد خطے کے مسلمان کون سی اچھائیاں اپنے ہاں پاتے ہیں جو مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں میں مفقود ہیں۔ اگر یہاں اور وہاں کے مسلمانوں میں عملی اعتبار سے فرق نہیں ہوگا تو پھر ایسی آزادی کا کیا فائدہ!!

نیوز آف دی ویک

من تو شدم تو من شدی

ابوالحسن

خبر: ''پہلے امریکہ کی مانتے تھے اور اب امریکہ سے منواتے ہیں۔''

(وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی)

تبصرہ: شاہ صاحب! زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے اس سے بڑا سچ کوئی نہیں ہو سکتا کہ ہم پہلے امریکہ کی بات مانتے تھے۔ اب منواتے ہیں۔ شاہ صاحب اپنی قومی اور بین الاقوامی ذمہ داریوں کی وجہ سے اس کے لیے دلائل فراہم نہیں کر سکے۔ ہم نے سوچا ہم کس دن کام آئیں گے۔ آخر پاکستان کی خدمت صرف شاہ صاحب کی ذمہ داری تو نہیں ہے۔ کچھ نہ کچھ حصہ تو ہمیں بھی ڈالنا چاہیے۔ بات یہ ہے کہ ایک زمانہ تھا شعر و شاعری ہوتی تھی فصل و وصل کا ذکر ہوتا اور بات فنا فی المحبوب تک پہنچتی تھی۔ آج انفرادیت دم توڑ رہی ہے، اجتماعیت بلکہ گلوبلائزیشن کا چرچا ہے تو یہ تعلق اب افراد کی بجائے اداروں، کمپنیوں بلکہ ممالک کے مابین ہوتا ہے۔ امریکہ اور پاکستان کی مثال لے لیں، ہمارا افغانستان سے دوستی بلکہ اخوت کا دعویٰ تھا۔ جونہی امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا، افغانستان ہمارا اول درجہ کا دشمن قرار پایا۔ ہم نے اپنے محبوب امریکہ کے لیے اپنی شاہراہیں بانہوں کی مانند کھول دیں۔ ہم نے لاجسٹک سپورٹ کی صورت میں امریکی تحائف اپنے افغان بھائیوں تک پہنچائے، ہم نے رقیبوں کی مخبری کی۔ امریکہ فرمائش کرتا گیا ہم پوری کرتے گئے۔ پھر تقریر کی لذت کا یہ عالم ہوا کہ پاکستان اس کیفیت میں آ گیا کہ جو اُس نے کہا ع میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں تھا۔ لہٰذا سیدھی سی بات ہے کہ جب امریکہ کہتا ہی پاکستان کے دل کی بات ہے تو پھر ظاہر ہے کون کس سے منوا رہا ہے۔

ہم تو جانیں سیدھی بات　　امریکہ کا رہے ہر دم ساتھ

پاکستان قول کا پکا اور بات کا سچا ہے۔ لہٰذا ہماری کیفیت تو ہے

من تو شدم تو من شدی　　من تن شدم تو جان شدی

ہم تو تب بھی یہ کہیں گے کہ ہم نے امریکہ سے اپنی بات منوالی جب وہ افغانستان سے فارغ ہو کر کہے گا

من دیگرم تو دیگری

مغرب کی بے خدا تہذیب

عمران کیانی، مظفر آباد

انسان نے ہر زمانے میں خارج میں کوئی ایسی قوت مقرر کی جس پر وہ ایمان لایا اور پھر اُس ہستی کو لائق پرستش سمجھا۔ ہر دور میں انسان کا محور ومرکز ایسی ہستیاں رہیں یا دوسرے الفاظ میں کچھ مابعد الطبیعیاتی تصورات رہے جن پر اُس کا یقین تھا۔ انسان کی یہ روش ہمیشہ سے ہے کہ اس نے کسی نہ کسی غیر مرئی ہستی کو پوجا ہے۔ آپ تاریخ انسانی پر ایک نظر ڈالیں اور آپ کا گزر چاہے کسی بھی زمانے اور دور سے ہو، چاہے کرۂ ارضی کا کوئی بھی خطہ ہو، چاہے کوئی قوم ونسل ہو، آپ ان میں یہ قدر مشترک پائیں گے کہ لوگوں نے کوئی نہ کوئی ذات یا تصوراتی قوت ایسی تجویز کر رکھی ہوگی جس کی وہ عبادت کرتے ہوں گے، اُس کی ناراضی سے ڈرتے ہوں گے اور کچھ ایسے اعمال اختیار کیے ہوں گے جن سے اُس ذات کی رضا اور خوشنودی مطلوب ہوگی۔ آپ کو افریقہ کے کسی جنگل میں جانے کا اتفاق ہوا ہو یا اس کے متعلق پڑھا ہو تو آپ پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوئی ہوگی کہ وہاں کے لوگوں کے معاملات اور طرز زندگی میں بھی غیر مرئی ہستیوں کا تصور پایا جاتا ہے۔ اس مابعد الطبیعیاتی تصور میں آپ کو تمام اقوامِ عالم خواہ مہذب ہوں یا غیر مہذب، خواہ شہری ہوں یا دیہی ایک صف میں کھڑی نظر آئیں گی۔

مگر ہمارا گزر تاریخِ انسانی کے جس دور سے ہو رہا ہے کہ اس میں ایک ایسی تہذیب کا غلبہ ہے جس کے ورلڈ ویو میں خدا اور مابعد الطبیعیاتی تصورات کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ مغربی تہذیب ایک ایسی تہذیب ہے کہ جس کی بنیادیں خدا اور نفسِ مذہب کے انکار کے خون سے رنگین ہیں۔ مغربی تہذیب دراصل ایک بغاوت ہے، مذہب کے خلاف بلکہ خدا کے خلاف، ایسی بغاوت جس کی تاریخ انسانی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس turn یا shift کی وجہ سے انسان کا محور ومرکز بدل گیا ہے۔ دنیا اور اس کے ظاہر کو حقیقت سمجھ لیا گیا اور تمام تر توانائیاں اس پر صرف ہونے لگیں۔ ظاہری اور حسی اشیاء ہی کو حقیقت کا نام دے دیا گیا۔ بقولِ اقبال ؎

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنی افلاک کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی ہستی کے خم و پیچ میں الجھا ایسے
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

ممتاز ایٹمی سائنسدان سلطان بشیر محمود لکھتے ہیں کہ ''حقیقت ماورئی کے پردے میں چھپی ہوئی ہے۔ اس کا ایک قدم طبیعیات کی دنیا میں ہے اور دوسرا قدم مابعد الطبیعیات میں ہے''۔ مغرب نے دنیا اور انسان کو ہی حقیقت سمجھ لیا۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مغربی تہذیب کی نشوونما سائنس اور ٹیکنالوجی کے زیر اثر ہوئی اور مغربی تہذیب کا غلبہ وتسلط سائنس اور ٹیکنالوجی کی بدولت ہوا۔ سلطان بشیر محمود مزید لکھتے ہیں کہ ''شاید یہی وجہ ہے کہ سائنس نے تلاشِ حقیقت کے سفر کو طبیعیات کی حد تک محدود کر دیا اور مابعد الطبیعیات کو پیراسائیکالوجی کا نام دے کر چھوڑ دیا۔''

سائنس تجربہ (experiment) کی بنیاد پر ہر شے کو پرکھتی ہے۔ سائنس اس شے کو درست مانتی ہے جو mathematical اور experimental process سے گزر سکے، جب کہ مذہب کا تعلق مابعد الطبیعیات سے ہے۔ مذہب میں ان سوالات کا جواب دیا جاتا ہے کہ خدا کیا ہے؟ انسان کی حقیقت کیا ہے؟ کائنات کی حقیقت کیا ہے؟ ان مابعد الطبیعیاتی تصورات کو experiment اور scientific method کے طور پر پرکھا نہیں جا سکتا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حقیقت کا جو قدم مابعد الطبیعیات میں تھا، اسے یکسر مسترد کر دیا گیا اور ان تصورات کو خام خیالی اور ذہنی اختراع کا نام دیا گیا۔

مغرب کے اس انکار کا سلسلہ یہاں تک پہنچا کہ فلسفہ کے مکاتب فکر نے یہ بھی کہا کہ ہم تب ان ماورائی تصورات کو مانیں گے جب آپ خارج میں اس کا مصداق بتائیں گے۔ لیکن بعض مکاتب فکر نے اعتدال پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ کہا کہ اگرچہ ہمارے پاس کوئی ایسا پیمانہ نہیں جس سے خدا کا اور ان ماورائی تصورات کا اقرار کر سکیں مگر ساتھ ہی انکار کے بھی ہمارے پاس ٹھوس شواہد موجود نہیں ہیں۔ ان بنیادوں پر مغربی تہذیب پروان چڑھی ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خدا اور مابعد الطبیعیاتی تصورات خارج از بحث ہو گئے اور دنیا اور انسان کو حقیقت بنا لیا گیا۔ تمام تر صلاحیتیں اس پر صرف ہونے لگیں۔ اور نتیجے کے طور پر ایک طرف سائنسی علوم نے ترقی کی اور دوسری طرف عمرانی علوم کو عروج کمال حاصل ہوا۔ مزید براں سائنس اور ٹیکنالوجی کے ذریعے ہونے والی ترقی نے اس فکر اور فلسفے کو globalized کر دیا۔

> مغربی تہذیب غارت گرِ دین ہے۔ مگر المیہ یہ ہے کہ چاہے مغرب ہو یا باقی اقوامِ عالم، تمام کی تمام شعوری طور پر مغربی تہذیبی فلسفے ہی سے متاثر ہیں۔ یہ فکر وفلسفہ گھروں، بازاروں اور ایوانہائے اقتدار میں تو پوری طرح چھایا ہوا ہے۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ مساجد اور مذہبی افراد بھی اس سے متاثر ہیں۔

مغربی تہذیب غارت گرِ دین ہے۔ مغربی تہذیب دراصل مذہب دشمن تہذیب ہے۔ مگر المیہ یہ ہے کہ چاہے مغرب ہو یا باقی اقوامِ عالم، تمام کی تمام شعوری طور پر مغربی تہذیبی فلسفے ہی سے متاثر ہیں۔ یہ فکر وفلسفہ گھروں بازاروں اور ایوانِ اقتدار میں تو پوری طرح چھایا ہوا ہے ہی، دکھ کی بات یہ ہے کہ مساجد اور مذہبی افراد بھی اس سے متاثر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن کی زبانوں پر اس فلسفے کا انکار ہے، اُن کے شعور کے نہاں خانے میں بھی اِسی فلسفے کا اثبات موجود ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس بے خدا تہذیبی فلسفے کو ذہنوں سے نکالا جائے۔

تلاشِ حق

زوجہ خالد

موجودہ دور کے دجالی فتنوں کی بوچھاڑ میں راہِ حق کو تلاش کرنا صرف ایک سچے مومن کے لیے ہی ممکن ہے کیونکہ وہ اللہ کے عطا کردہ نور سے حق اور باطل کی پہچان کرسکتا ہے۔ نور دراصل اس کیفیت کا نام ہے جس کو انسان کی قوتِ باصرہ پہلے ادراک کرتی ہے، پھر اس کے ذریعے اِن تمام چیزوں کا ادراک کرتی ہے جو آنکھ سے دیکھی جاتی ہیں۔

دینِ حق کے اس نور کو پھیلانے کے لیے مسلمانانِ ہند نے عظیم جدوجہد، بے پناہ قربانیوں اور ایک سچے وعدے کے بعد ایسا خطہ زمین پایا جس کا مقصد ہی اس پر اللہ کے نظام کو قائم کرنا تھا۔ یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ دوبارہ اس پر انگریز کا قانون نافذ کریں۔

وطنِ عزیز کا شروع سے یہ المیہ رہا ہے کہ اس پر سیکولر لیڈر قابض رہے۔ مومنانہ فراست رکھنے والی نگاہیں ہمیشہ ایسے دشمنانِ دین کے تعاقب میں رہیں اور ان کو پہچاننے میں کبھی نہیں چوکیں۔ اگرچہ دجالی فتنوں کے شور نے اِن کی آواز کو دبائے رکھا لیکن بند نہ کرسکے۔ میکاولی سیاسی حربوں کے تحت اصطلاحوں کی گھن گرج نے جس کا نمایاں ترین عنصر جھوٹ، فریب، ملمع کاری اور حق و باطل کو گڈمڈ کرنا تھا، ایک فکری انتشار پھیلائے رکھا۔ یہی عین دجالی فتنہ ہے۔ اس کے توڑ کے لیے ایسی کاری ضرب مومن درکار ہے جو پہلے ہی وار میں حق و باطل کو جدا جدا کر ڈالے۔ صحابہ کرامؓ کے قول کے مطابق ''اگر حق کو نہیں پہچان سکتے تو دشمن کے تیروں پر نظر رکھو، جہاں لگے وہی حق ہے۔''

اس قول کی روشنی میں دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ یہود و ہنود اور نصاریٰ کی ایما پر کن لوگوں پر ہاتھ ڈالا جارہا ہے اور کن لوگوں کو نوازا جارہا ہے؟ کن پر بم گرائے جارہے ہیں اور کن کو ایوارڈ مل رہے ہیں؟ کن کو پکڑ پکڑ کر کفار کے حوالے کیا جارہا ہے اور کن کی حکومت خود سرپرستی کررہی ہے؟ طاغوت، رب کی دھرتی پر پنجے گاڑنے میں مصروفِ عمل ہے۔ دنیا کو گلوبل ولیج کا نام دے کر ایک ہی دجالی سوچ کے تابع کرکے، ظہورِ دجال کی تیاری کی جارہی ہے۔ لیکن وہ اس حقیقت سے بے خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تمام تر تدبیروں پر حاوی ہے۔ اُس کا نظام ہر نقص اور عیب سے پاک ہے۔ وہ بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے چھوٹے عذاب اس لیے بھیجتا ہے کہ جس کے دل میں ابھی ایمان کی رمق باقی ہے، وہ اپنے رب کی مغفرت اور رحمت کی طرف پلٹے اور منافق اپنے نفاق میں اور آگے بڑھتا جائے۔ اِس طرح اُس کی خفیہ تدبیر حزب اللہ اور حزب الشیطٰن کو علیحدہ علیحدہ کرکے حق کے متلاشیوں کے لیے راہیں کھولتی ہے۔ اسلام مخالف قوتوں کو سوچنا چاہیے کہ جب بھی دینِ اسلام کے خلاف کسی نے بھی قدم اُٹھایا تو اُس کی حفاظت خود اللہ نے کی ہے اور مخالفین کو نمونہ عبرت بنایا۔

''اگر حق کو نہیں پہچان سکتے تو دشمن کے تیروں پر نظر رکھو، جہاں لگے وہی حق ہے۔''

رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم کرنے والوں کے لیے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ دشمنانِ دین کی سازشوں کے ہاتھوں بکھری ہوئی حزب اللہ کو پھر سے ایک کرنے کی سعی کریں۔ اسلام زمینی، لسانی، وطنی اور قومی ہر طرح کے تعصبات سے پاک ہے۔ ہم مسلمانوں کے لیے سرحدیں کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ ہمارے نزدیک پوری امتِ مسلمہ ایک ہے۔ اسلام کے جھنڈے تلے مسلمانوں میں کوئی تفریق نہیں، نہ کوئی عجمی نہ کوئی عربی، نہ کوئی گورا نہ کوئی کالا، اور نہ کوئی مقامی نہ کوئی مہاجر کا فرق ہے۔ فرق ہے تو صرف حق اور باطل کا، جسے آج کے دجالی فتنوں کے دور میں پہچاننے کے لیے مومنانہ فراست درکار ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ

(اے اللہ جو حق ہے ہمیں اُسے حق کرکے دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق دے اور جو باطل ہے اُسے باطل کرکے دکھا اور ہمیں اس سے بچنے کی توفیق دے۔) (آمین)

دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی مروٹ کے مبتدی رفیق ماسٹر نذیر احمد سندھو کی والدہ انتقال کرگئیں
- حلقہ کراچی جنوبی کے ملتزم رفیق معین الدین کی والدہ کا انتقال ہوگیا
- ڈیفنس کراچی تنظیم کے رفیق محمد سلیم کے سسر رحلت فرماگئے
- حلقہ جنوبی پنجاب کی تنظیم نیوملتان کے نقیب محمد زبیر حنیف کے والد محترم وفات پاگئے

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ قارئین اور رفقائے تنظیم اسلامی سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتک وحاسبھم حساباً یسیراً

اکاؤنٹ اسسٹنٹ کی ضرورت ہے!

مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو، لاہور میں مرکزی شعبہ مالیات کے لیے اکاؤنٹس و آڈٹ سے منسلک باصلاحیت رفیقِ تنظیم کی ہمہ وقتی بنیادوں پر ضرورت ہے۔ مرکز آپ کی قابلیت و تجربہ کی تفاصیل کا منتظر ہے۔

(باہمی مشاورت سے کفالت طے کی جائے گی۔ ان شاء اللہ)

المعلن: مرکزی ناظم بیت المال تنظیم اسلامی

A-67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو، لاہور

36316638-36366638

اگر امریکی عوام صلیبی مہم جوئی کی حقیقت سمجھنے سے قاصر رہے تو......

عالمی جنگ کا امکان حقیقت بن سکتا ہے!

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب
"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"
کا قسط وار اُردو ترجمہ

ترجمہ: محمد فہیم

نتائج

"جنگ لازماً ایک بُری چیز ہے۔ اس کے نتائج صرف باہم متحارب مملکتوں تک محدود نہیں رہتے بلکہ تمام دُنیا کو متاثر کرتے ہیں۔ کسی جارحانہ جنگ کی ابتدا کرنا نہ صرف بین الاقوامی جرم ہے بلکہ یہ سب سے اونچے درجے کا بین الاقوامی جرم ہے۔ یہ جنگ دوسرے جنگی جرائم سے صرف اس پہلو سے مختلف ہے کہ یہ اپنے اندر تمام (مراحل وجزئیات کی) جمع شدہ بُرائی لئے ہوئے ہوتی ہے۔"

نورمبرگ ٹریبونل

دُنیا کے ذمے یہ کام باقی ہے کہ نام نہاد جمہوریت سے پردہ ہٹا کر دورِ جدید کے صلیبیوں کی برپا کردہ مذہبی جنگوں کا اصل چہرہ بے نقاب کرے۔ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ بظاہر سیکولر دکھائی دینے والے سیاستدانوں اور میڈیا ماہرین کی مہم جوئی کے پس پردہ مذہبی جوش و جذبہ کارفرما ہے۔ یہ بات شہریوں اور فوجیوں سے یکساں طور پر پوشیدہ رکھی گئی ہے کہ جنگ اور امن کے فیصلے مذہبی فرنٹ، اس کے سیاسی اتحادیوں، ان کے لابیوں، ان کے میڈیا عالمین اور دانش کدوں کے انتہا پسندوں کی مرضی کے مطابق کیے جاتے ہیں۔ یہی وہ عناصر ہیں جو سیکولرازم اور جمہوریت پسندی کے لبادے میں ریاست کے وسائل اور ذرائع کو اپنی مطلب براری کے لیے جوڑ توڑ کر کے استعمال میں لاتے ہیں۔

جنگِ عظیم اول اور دوم کے لیے اسباب نہ تو مذہبی تھے اور نہ یہ جرمن اور جاپانی قوم کے جنگ کی طرف رجحان کی وجہ سے تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ مرکزی طاقت اور اتحادی قومیں سب کی سب ایک ہی نظام کی کٹھالی میں ڈھلی ہوئی تھیں، کچھ کم اور کچھ زیادہ۔ یہ دوسرے لوگوں اور اقوام کو اقتصادی وسائل کے لیے زیر کرنا چاہتی تھیں۔ نورمبرگ اور مشرق بعید کے مقدمات کے سوانگ کے ذریعے اس اصل حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی گئی۔ ہیروشیما اور ناگاساکی پر نیوکلیئر بمباری اور جرمن شہروں کو روایتی بموں کا نشانہ بنانا، (جن میں کوئی فوجی مراکز نہیں تھے) بدترین جنگی جرائم تھے۔ افسوس کہ ماہر تفتیش کاروں اور مقدمات چلانے والوں کی اچھی کارکردگی کے باوجود ان تمام حقائق کو چھپا دیا گیا۔ یہاں تک کہ جب امریکی فوجی نارمنڈی کے ساحل پر اُتر رہے تھے، اس وقت بھی بعض کارپوریشنز نازی پارٹی کے ساتھ لین دین میں مصروف تھیں۔ بعض امریکی کارپوریشنوں کے قبضہ میں موجود 'غلام' جو بطور لیبر استعمال کئے جاتے، ان کے سٹاک میں موجود تھے اور وہ جرمن پلانٹس (کارخانوں) میں حصہ دار تھے۔ سرمایہ اکٹھا کرنے کا یہ وہ کاروبار تھا

> صلیبیوں کے اصل ارادوں کو بھانپنے کی طرف کوئی توجہ نہ دینا خودکشی کے مترادف ہوگا۔
>
> یہ بات اکیسویں صدی میں ایک مسلم ہولوکاسٹ کی راہ ہموار کرے گی

جس میں یہ کمپنیاں افریقی لوگوں کو پکڑ کر بحر اوقیانوس کے اس پار فروخت کیا کرتی تھیں۔

یہی ادارے اور نظام ہیں جن کو مذہبی جنونیوں نے آگے بڑھا کر ترقی دی ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک ایک وسیع کروسیڈ (مذہبی جنگ) کا مفہوم یہ ہے کہ مسلسل اس بات کی کوشش کی جائے کہ مسلمانوں کے لیے اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کی گنجائش کو محدود سے محدود تر کیا جائے اور ان کو کسی قسم کی خودمختاری کا حق دینے سے انکار کی روش پر مضبوطی سے عمل پیرا رہا جائے۔ لوگوں

کو یکساں طور پر عراق اور افغانستان پر قبضہ کو مسترد کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ دونوں قبضے 21ویں صدی کی صلیبی جنگ کے حصے ہیں۔ افغانستان پر قبضہ کے لیے بولے گئے جھوٹ کو تسلیم کرنا بُش اور اس کے صلیبی ساتھیوں کو ایسا موقع فراہم کرنے کے مترادف ہوگا کہ وہ عراق کے سلسلہ میں بھی افغان معاملے میں بولے گئے جھوٹ کی آڑ لے لے۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر بات عراق پر ختم نہیں ہوگی بلکہ آگے جائے گی۔

عراق میں اپنی حمایت میں کمی دیکھ کر بُش نے 28 جون 2005ء کو دُنیا کو مخاطب کر کے بیان دیا کہ امریکہ عراق میں "اس نظریہ" کے حامل دہشت گردوں کے خلاف لڑنے کے لیے ٹھہرنا چاہتا ہے جن کا نظریہ ان لوگوں جیسا ہے جو نائن الیون کے واقعہ کے پیچھے تھے (یعنی خلافت)۔ دہشت گرد وہاں پر امریکیوں کی آمد کے بعد جمع ہو چکے ہیں۔ 6 اکتوبر 2005ء کو اپنی تقریر میں بُش نے کہا کہ یہ باغی ایک "اسلامی امپائر" قائم کرنا چاہتے ہیں۔ بُش کو یقین ہے کہ اس کے صلیبی اتحادی افغانستان میں اسلام کے خلاف جنگ کو "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے نام سے منوانے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب اس کی کوشش یہ ہے کہ جن لوگوں نے افغانستان پر قبضہ کے لیے پیش کی گئی منطق کو تسلیم کیا ہے، ان کو یہ باور کرا دیا جائے کہ اب عراق بھی اسی طرح "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے لیے "مرکزی فرنٹ" بن گیا ہے۔

صدام حسین کے عراق میں جو بھی بدترین خرابیاں تھیں، بہرحال یہ کبھی بھی افغانستان کی طرح نہیں تھا۔ اس کے لیے بُش اینڈ کمپنی کو اس جھوٹ سے جو اس نے افغانستان پر حملہ کے لیے تراشا تھا بالکل ہی دوسری قسم کا جھوٹ تراشنا تھا۔ اب جبکہ افغانستان کے متعلق تراشے گئے جھوٹ کو عالمی سطح پر قبول کر لیا گیا ہے اور عراق کے متعلق جھوٹ کو یکسر مسترد کیا گیا ہے، بُش اور رمزفیلڈ مسلسل یہ دلیل پیش کر رہے ہیں کہ خطرہ ہے کہ عراق بھی اس طرح نہ ہو جائے جس طرح کہ طالبان کے زیر قبضہ

> **ایک وسیع کروسیڈ کا مفہوم یہ ہے کہ مسلسل اس بات کی کوشش کی جائے کہ مسلمانوں کے لیے اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کی گنجائش کو محدود سے محدود تر کیا جائے**

افغانستان تھا جو ''ایک اسلامی امپائر'' بننے کی جانب پیش قدمی کر رہا تھا۔

بجائے اس کے کہ اس کے جواب میں یہ کہا جاتا کہ ''نہیں ایسا نہیں'' اور ''نہیں، افغانستان میں ایسا نہیں تھا جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے'' جنگ مخالف سرگرم عناصر نے یہ موقف اختیار کیا کہ ''یہ بُش کی جنگ ہے جو ملک کی صورت و ہیئت کو بدلنے اور اسلامی خطرہ پیدا کرنے کا سبب بنی۔'' اصل بات یہ ہے کہ ایسا کسی قسم کا خطرہ کبھی پیدا نہیں کیا گیا ہے۔ اسلام کبھی بھی کسی کے لیے خطرہ نہیں رہا ہے۔ یہ تو بُش کی جمہوریت ہے جسے ''آزاد کردہ'' (liberated) قوم پر مسلط کرنے کے لیے ڈیزی کٹر بموں اور سفید فاسفورس کی ضرورت ہے۔ آپ کسی آزاد اور خود مختار ملک پر حملہ کریں تو آپ اسی قسم کی مزاحمت کے خطرے کا سامنا کریں گے جیسے کہ بُش کو عراق اور افغانستان میں کرنا پڑ رہا ہے۔ کیا اس کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ ان صلیبیوں کو حق دے دیا جائے کہ وہ روئے زمین کے جس ملک پر چاہیں قبضہ کریں اور مقبوضہ لوگوں کو اس پر مجبور کریں کہ وہ وہی طرز زندگی اختیار کریں جو یہ اُن سے اختیار کروانا چاہتے ہیں اور کوئی بھی ان کی اِن آمرانہ چالوں اور تدابیر کی راہ میں حائل نہ ہو؟ یا اس کے یہ معنی ہوسکتے ہیں کہ اگر لوگ ان چالوں کی مخالفت کریں تو کہہ دیا جائے کہ وہ یہ اس لئے کر رہے ہیں کہ وہ ''خلافت'' کا نظام قائم کرنا چاہتے ہیں؟ چونکہ بُش مسلمانوں کے لیے ایسے مواقع کو جن میں وہ اسلام کے مطابق زندگی بسر کریں، مسدود کرنے پر ادھار رکھائے بیٹھا ہے، لہٰذا اس نے اور اس کے ساتھیوں نے یہ مفروضہ گھڑ لیا ہے کہ جو لوگ مسلمانوں کو متحد کرنے اور خلافت کو قائم کرنے کے لیے کام کر رہے ہیں وہی اس مزاحمت کی پشت پر ہیں، جس کا بُش اینڈ کمپنی کو سامنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکی تسلط کے خلاف جو لوگ بھی مسلح مزاحمت کر رہے ہیں ان کی جانب سے کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا۔ کوئی ''عراقی دہشت گرد'' یا ''جہادی'' موجود نہیں۔ یہ تو امریکہ ان لوگوں کی طرف سے اس بالکل جائز مزاحمت کا سامنا کر رہا ہے جن کے 18 (اٹھارہ) لاکھ نفوس کو پابندیاں لگا کر موت کے منہ میں دھکیل دیا گیا ہے اور ڈیڑھ لاکھ کو اس ناجائز جنگ میں ہلاک کیا گیا ہے جو ان پر مسلط کی گئی ہے۔

کم از کم اتنا تو ہونا چاہیے کہ جنگ مخالف قوتیں اور سرگرم عناصر ان افواہوں کا جائزہ لیں جن کی رو سے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ صدام دور حکومت کی ''باقیات السیات'' عراقی ''انتہا پسند'' سنی ہی ہیں، جو امریکہ کی مخالفت میں اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں، یا یہ کہ وہ امریکہ مخالف (Anti American) اسلامی جنگجو ہیں جو مسلم دُنیا کے دوسروں حصوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ کوئی اینٹی امریکن ازم برائے اینٹی امریکن ازم وجود نہیں رکھتا۔ یہ واضح ہو جانا چاہیے کہ ان صلیبیوں سے متعلق بنیادی وجوہات اور ان کے اصل ارادوں کو بھانپنے کی طرف کوئی توجہ نہ دینا خودکشی کے مترادف ہوگا۔ یہ بات اس اکیسویں صدی میں ایک مسلم ہولوکاسٹ کی راہ ہموار کرے گی۔ غیر مسلم دُنیا میں پہلے ہی سے مسلمانوں کے لیے صورت حال ایسی بنائی گئی ہے گویا ان کو 21 ویں صدی کے ''یہودیوں'' کی حیثیت میں تبدیل کرنے کے لیے سٹیج تیار کیا گیا ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادی ملکوں میں رونما ہونے والے واقعات اور وقوع پذیر ہونے والی صورت حال آدمی کو اس پر مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ جو تین تاریخی واقعات وجود میں آنے والے ہیں ان پر غور کرے۔ (وہ تین ممکنات یہ ہیں) (1) مسلمانوں کی ہولوکاسٹ (غیر مسلموں کے ہاتھوں مکمل تباہی) (2) نتیجے میں بقیہ رہنے والے مسلمانوں کا مسلم اکثریت کے علاقوں کی طرف عام خروج (3) قومی ریاستی نظام کا خاتمہ، جس سے آج ہم آشنا ہیں۔

چونکہ افغانستان پر قبضہ اور تسلط کے خلاف کوئی مخالف آواز نہیں اُٹھتی، لہٰذا اسی کو عراق پر قبضہ کے لیے دلیل بنا دیا گیا ہے۔ نائن الیون کو افغانستان پر حملہ کے لیے جو جواز گھڑا گیا ہے، اگر تو صلیبی اسی بہانے کو عراق پر بھی حملہ کے لیے بنیاد بنانے کی کوشش کرتے تو عوام اس پر ہنسے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ اصل بات جو ہونی چاہیے تھی، یہ تھی کہ نائن الیون واقعات کے ضمن میں ایک قرار واقعی انکوائری کے قیام کے لیے رضامندی ظاہر کی جاتی، یا یہ کہ مشتبہ ملزم اسامہ کا پیچھا کیا جاتا، اس کی بجائے صلیبیوں نے افغانستان پر حملہ کر لیا اور اس کے بعد صدام حسین کو ہٹانے اور ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اب ان کا دعویٰ یہ ہے کہ اسامہ کے محافظوں کی ٹولی نے جگہ بدل کر عراق کو ٹھکانہ بنایا ہے اور امریکہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان کو شکست دینے کے لیے عراق میں ان کا پیچھا کرے۔ یہ تو ہوئی سیدھی حکمت عملی کی بات! جو بات آخری حد تک پُرفریب اور قلب و ذہن کو قابل قبول نہیں وہ یہ ہے کہ اگر ان اونچے درجے کی فسطائیت کے ہتھکنڈوں کی روک تھام نہیں کی جاتی اور اس بات کو ایک ''شدنی'' حقیقت کے طور پر قبول کیا جاتا ہے تو پھر تو اسامہ کے محافظوں کی ٹولی ایک ملک سے دوسرے ملک کو منتقل ہوتی رہے گی اور صلیبیوں کو موقع فراہم کرتی رہے گی کہ اس کا پیچھا جاری رکھیں۔ اِس طرح جارحیت کی ایک ننگی جنگ کے بعد دوسری جنگ ہوتی جائے گی۔ اگر عوام الناس خصوصاً امریکی عوام صلیبیوں کی اصل مہم جوئی، جس کی ابتدا افغانستان سے کی گئی ہے، کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہے، تو پھر امریکہ کی جارحانہ پیش قدمی اور اس کے نتیجے میں ایک عالمی جنگ کا امکان ایک ناقابل گریز حقیقت بن سکتا ہے۔

ختم شد

✿✿✿

ضرورت رشتہ

☆ بیٹا، عمر 27 سال، سعودی عرب میں ملازم، دراز قد کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0344-8429506/0300-7446250

☆ گوجرانوالہ میں مقیم شیخ فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 24 سال، تعلیم DHMS، برسر روزگار کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0323-7431650

☆ کشمیری فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 33 سال، تعلیم ایم ایس سی قد "5'8 کے لیے دیندار، باپردہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 042-37568326

☆ گجرات کے رہائشی ریٹائرڈ گورنمنٹ آفیسر کو اپنی دو بیٹیوں، ایک بیٹی، تعلیم ایم اے علوم اسلامیہ، بی ایڈ لیکچرر گجرات یونیورسٹی کے لیے صرف گجرات یا گرد و نواح سے اور دوسری بیٹی، تعلیم ایم اے علوم اسلامیہ، بی ایڈ، سلیقہ شعار کے لیے وسطی اور شمالی پنجاب سے دینی مزاج کے حامل موزوں رشتے درکار ہیں۔ صرف والدین رجوع کریں۔ برائے رابطہ: 0322-5937323

اسٹریٹیجک ڈائیلاگ

عرفان صدیقی

پاک امریکہ ''اسٹریٹیجک ڈائیلاگ'' شروع ہو کر ختم ہو گئے۔ انہیں ''اسٹریٹیجک ڈائیلاگ'' کا بھاری بھرکم، پروقار اور بارعب نام اس لئے دیا گیا ہے کہ امریکہ اور بھارت کے درمیان ہونے والی گفتگو کو ''اسٹریٹیجک ڈائیلاگ'' کہا جاتا ہے۔ امریکہ اور بھارت کے مذاکرات کا دائرہ افق تا افق وسیع ہوتا ہے جن میں دونوں ممالک کے باہمی مفادات کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا جاتا ہے۔ دس بارہ سال قبل صدر کلنٹن بھارت سے ایک دیرپا اور مستحکم رشتے کی بنیاد رکھ گئے تھے اور دونوں ممالک کے درمیان ہمہ جہتی تعاون کی راہیں تراشنے کے لئے ''اسٹریٹیجک ڈائیلاگ'' کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ امریکہ بھارت کو اس خطے میں اپنا قابل اعتماد اسٹریٹیجک پارٹنر بھی قرار دے چکا ہے۔ پرامن ایٹمی تعاون کا معاہدہ انہی مذاکرات کی کوکھ سے پھوٹا۔ امریکہ، بھارت کو علاقے کا چودھری بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ اسے چین کے مدمقابل ایک قوت کھڑی کرنی ہے۔ اُسے پاکستان پر نظر رکھنے کے لئے ایک گارڈ کی ضرورت ہے۔ امریکہ اسے سلامتی کونسل کا چھٹا مستقل رکن بنانے کی راہ ہموار کر رہا ہے۔ دونوں کے درمیان اقتصادی اور فوجی تعاون بھی ساون کی ہریالی کی طرح پھیل رہا ہے۔ اسرائیل بھی اس کھیل کا ایک اہم کردار بن چکا ہے۔ لہٰذا دونوں ممالک کے ''اسٹریٹیجک ڈائیلاگ'' فی الحقیقت ٹھوس، گہرے، وسیع، بامعنی اور نتیجہ خیز ہوتے ہیں۔

ہمیں اب تک اپنی اوقات کا اندازہ ہو جانا چاہئے تھا کہ امریکہ ہم سے کیوں بات چیت پر آمادہ ہے اور ہمیں کس مرتبہ و مقام پر رکھ کر ہم سے ہم کلام ہوتا ہے لیکن ہمیں ضد ہے کہ وہ ان مذاکرات کو بھی ''اسٹریٹیجک ڈائیلاگ'' کا نام دے۔ امریکہ نے خوشی سے ہمارا یہ مطالبہ مان لیا ہے، لہٰذا جب بھی وہ ہمیں واشنگٹن بلا کر ہم سے پوچھتا ہے کہ نام نہاد جنگ دہشت گردی میں تمہاری کارکردگی کیسی ہے؟ ہم سے ہمارے نامہ اعمال کی تفصیل چاہتا ہے، ہماری کمزوریوں اور کوتاہیوں پر ہماری باز پرس کرتا ہے، آئندہ کے لئے ہمیں تازہ ہدایات جاری کرتا ہے اور سرزنش کے انداز میں ہماری پیٹھ پر دو چار تازیانے رسید کر کے ہماری جیب میں تھوڑی سی ریزگاری ڈال دیتا ہے تو ہم مطمئن و مسرور ہو کر گھر چلے آتے ہیں اور اس بازیچہ رسوائی پر ''اسٹریٹیجک ڈائیلاگ'' کا خوبصورت لیبل لگا دیتے ہیں۔

اب کے بھی یہی کچھ ہوا۔ دہشت گردی کے خاتمے کی نام نہاد جنگ میں ہمارے کردار و عمل کا باریک بینی سے جائزہ لینے کے بعد مناسب سمجھا گیا ہے کہ ''باہمی تعاون'' کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔ ہیلری کلنٹن نے ہماری پیٹھ پر شاباشی ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ہے کہ اس جنگ میں جو کچھ پاکستان کر رہا ہے، کوئی دوسرا ملک نہیں کر رہا۔ وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے خدمت گزاری اور اطاعت شعاری کی سنہری فہرست پیش کرتے ہوئے بتایا کہ حالیہ برسوں میں پاکستان کے تیس ہزار شہری اس جنگ کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ فوج اور پولیس کے سات ہزار سے زائد افسر اور جوان اپنی جانیں گنوا چکے ہیں۔ یہ جانی نقصان، امریکی اور نیٹو افواج کے مجموعی نقصان سے زیادہ ہے۔ قریشی صاحب نے یقیناً پاکستان کی قومی معیشت کو پہنچنے والے شدید نقصان کا بھی ذکر کیا ہوگا۔ جذبہ و احساس اور غم و اندوہ کو کسی بھی کھاتے میں لکھا یا کسی کیلکولیٹر کی مدد سے بیان نہیں کیا جا سکتا، اس لیے قریشی صاحب نہیں بتا پائے ہوں گے کہ پاکستانی قوم ذہنی و قلبی آزار کی کس صلیب پر لٹکی ہوئی ہے۔ اس ساری ''فریاد پیہم'' کے بعد سفید فام شہزادی نے ہمارے آنسو پونچھتے ہوئے دو ارب ڈالر کی فوجی امداد کا اعلان کیا۔ یہ امداد کسی بیرونی حملے کی صورت میں پاکستان کی دفاعی استعداد بڑھانے کے لئے نہیں، دہشت گردوں کے خلاف آپریشن یا دہشت گردی کے خاتمے کی مؤثر تدابیر کے لئے وقف ہوگی۔ اس امداد کا سلسلہ دو سال بعد 2012ء سے شروع ہو کر 2016ء تک جاری رہے گا۔ ابھی کانگریس نے اس کی منظوری دینی ہے اور کیری لوگر بل کی طرح اس پر بھی توہین آمیز شرائط کی گوٹا کناری ہونا باقی ہے۔ یقیناً اس امداد کا ایک ایک ڈالر ہماری کارکردگی سے جڑا ہوگا اور ہمیں ہر سال اپنی نیک چلنی کا ثبوت بھی پیش کرنا ہوگا۔ اگر یہ سب کچھ ہماری آرزو کے عین مطابق ہوتا رہا تو ہمیں ہر سال چالیس کروڑ ڈالر عطا ہوں گے۔ ان ڈالروں کی حقیقی شکل کیا ہوگی، کتنے اشیاء، اوزاروں، ہتھیاروں، مشیروں اور تربیت کی شکل میں آئیں گے اور کتنے زر نقد کے طور پر، یہ دیکھنا ابھی باقی ہے۔

یہ ہے اس امریکہ کی غریب پروری اور دوست نوازی جو خود امریکی اعداد و شمار کے مطابق اگست 2010ء تک عراق و افغانستان کی بے چہرہ جنگوں پر دس کھرب نو ارب ڈالر سے زیادہ خرچ کر چکا ہے۔ آج بھی دونوں بے چہرہ جنگوں کا ماہانہ خرچ بارہ ارب ڈالر سے زیادہ ہے یعنی اوسطاً تین ارب ڈالر فی ہفتہ۔ امریکہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اس طرح کی جنگیں کتنی پیچیدہ، کتنی مہنگی اور کتنی بے ثمر ہوتی ہیں۔ امن کا نوبل پرائز لینے والے امریکی صدر بارک اوباما کے عہد میں جنگی بجٹ میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ گزشتہ برس افغانستان میں تیس ہزار تازہ دم ٹروپس بھیجتے وقت 33 ارب ڈالر مزید بجٹ کا اعلان کیا گیا۔ یعنی ایک ہزار فوجیوں کے لئے ایک ارب ڈالر سے بھی زیادہ رقم۔ اور ہماری کم و بیش ایک لاکھ فوج، جو عملاً اس جنگ کا حصہ بنی ہوئی ہے، کے لئے بصد ناز و انداز پانچ برس پر محیط دو ارب ڈالر امداد کا اعلان کیا گیا ہے۔ ''اسٹریٹیجک ڈائیلاگ'' کے شتر مرغ نے چڑیا کا جو انڈا دیا ہے، وہ بھی عزت مآب شاہ محمود قریشی کے لئے کسی عظیم کامیابی سے کم نہیں۔ جب وہ یہ انڈا اپنی ہتھیلی پہ رکھے، اسلام آباد کے ہوائی اڈے پر اتریں گے تو مجھے یقین ہے کہ ان کا شاندار استقبال کیا جائے گا۔

پال کریگ رابرٹس (CRAIGPAUL ROBERTS) معروف مصنف اور اقتصادی مبصر ہیں۔ رونلڈ ریگن دور میں نائب وزیر خزانہ کے طور

پرخدمات سرانجام دیتے رہے۔ حال ہی میں اُن کا ایک مضمون شائع ہوا ہے، جس کا عنوان ہے۔ ''یہ وارآن ٹیرز' اصل میں ہے کیا''۔ وہ بتاتے ہیں کہ ''جب وائٹ ہاؤس کے اکانومسٹ' لارنس لنڈزے نے کہا تھا کہ جنگ عراق پر دوسوارب ڈالرخرچ آسکتے ہیں تو اُسے فوراً نوکری سے نکال دیا گیا تھا''۔ پال کریگ رابرٹس کا کہنا ہے کہ ''اب وارآن ٹیرر دسویں سال میں داخل ہو چکی ہے۔ لیکن دراصل یہ ہے کیا؟ بنیادی نکتہ یہ ہے کہ وارآن ٹیرر کا واحد مقصد یہ ہے کہ حقیقی ٹیررسٹ تخلیق کیے جائیں۔ امریکی حکومت کو حقیقی دہشت گردوں کی اشد ضرورت ہے، تاکہ وہ اسلامی ممالک کے ساتھ اپنی توسیع پسندانہ جنگیں جاری رکھ سکے اور امریکی عوام کو مستقلاً ایسے خوف وہراس میں مبتلا رکھ سکے کہ وہ اپنی شہری آزادیوں سے دست کش ہو کر امریکہ کو ایک پولیس اسٹیٹ تسلیم کیے رکھیں۔ امریکہ ایسے حقیقی دہشت گرد تخلیق کرنے کے لئے اسلامی ممالک پر حملے کرتا' ان کا انفرااسٹرکچر تباہ کرتا' وسیع پیمانے پر لوگوں کو ہلاک کرتا ہے۔ وہ اس مقصد کے لئے اسلامی ممالک میں اپنی کٹھ پتلی حکومتیں بناتا اور پھر کٹھ پتلی حکمرانوں کو اپنے شہری قتل کرنے اور ان پر تشدد کرنے کے لئے ابھارتا ہے جیسا کہ وہ آج کل پاکستان میں کر رہا ہے''۔

یہ میرے نہیں' ایک سینئر اور کہنہ مشق امریکی تجزیہ نگار کے الفاظ ہیں جو امریکی نائب وزیر خارجہ رہ چکا ہے اور جو امریکہ کو باہر سے ہی نہیں' اندر سے بھی جانتا ہے۔ لیکن ہم خوش ہیں کہ ہمیں بدستور غلامی کے کھونٹے سے باندھے رکھنے کا نام ''اسٹریٹیجک ڈائیلاگ'' ہے۔

(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

پیشگی معذرت

مکتبہ خدام القرآن جرائد کے خریداروں کے ایڈریس بتدریج اردو میں تبدیل کر رہا ہے۔ لہٰذا اس میں کچھ اغلاط کا قوی امکان ہے، جیسے رشید کی جگہ راشد اور راشد کی جگہ رشید ہو سکتا ہے۔ اس لیے پیشگی معذرت کے ساتھ قارئین سے التماس ہے کہ اگر کوئی غلطی محسوس کریں تو ہمیں مطلع کریں تاکہ اس کو درست کیا جا سکے۔

پریس ریلیز: 25 اور 26 اکتوبر 2010ء

''توبہ کی پکار'' ـــ تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ملک گیر توبہ مہم

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام 22 تا 29 اکتوبر ''توبہ کی پکار'' کے عنوان سے ملک گیر مہم جاری ہے۔ لاہور شہر میں تیس (30) سے زائد اہم مقامات پر دعوتی کیمپ لگائے گئے ہیں۔ جہاں رفقاء تنظیم اسلامی موضوع کی مناسبت سے کثیر تعداد میں لٹریچر تقسیم کر رہے ہیں۔ اجتماعی توبہ کے تصور کو عام کرنے کے لیے علماء کرام کے نام امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کا خط پہنچا رہے ہیں۔ حافظ محمد اشرف نے مسجد الہدیٰ بہادر شاہ روڈ اور عبداللہ محمود نے توبہ کے موضوع پر ادارہ اصلاح وتبلیغ جوہر ٹاؤن میں خطاب کیا۔

رفقائے تنظیم اسلامی کی جانب سے ملک بھر میں ''توبہ کی پکار''

اہم مقامات پر دعوتی کیمپ لگائے گئے۔ بینرز اور پلے کارڈ ڈسپلے کے ذریعے معاشرے میں توبہ کی منادی کی گئی

رفقائے تنظیم اسلامی ملک بھر کے چھوٹے بڑے شہروں میں انفرادی اور اجتماعی توبہ کے ذریعے اپنے رب کو راضی کرنے کی پکار لگانے میں مصروف عمل ہیں۔ تنظیم اسلامی کی ''توبہ کی پکار'' مہم 22 تا 29 اکتوبر تک ملک بھر میں جاری رہے گی۔ اس ضمن میں لاہور میں مختلف پروگرامز منعقد کیے گئے جہاں رفقاء تنظیم اسلامی جناب عبداللہ محمود، جناب آصف علی، سید اقبال حسین اور جناب مبشر احمد نے خطاب کیا۔ ہزاروں کی تعداد میں ''ذرا سوچیے'' کے عنوان سے ہینڈ بل تقسیم کیا گیا۔ اہم مقامات پر دعوتی کیمپ لگائے گئے۔ بینرز اور پلے کارڈ ڈسپلے کے ذریعے معاشرے میں توبہ کی منادی کی گئی۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ مسجد بنت کعبہ N-866 سمن آباد لاہور میں
6/نومبر 2010ء بروز ہفتہ (نماز عصر) تا 12/نومبر بروز جمعہ المبارک (نماز جمعہ)

مبتدی تربیتی کورس

کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اس تربیتی کورس میں شامل ہوں
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0332-4353694

المعلن: **مرکزی شعبہ تربیت** رابطہ: (042)36316638-36366638
0333-4311226

سیاسی اور غیر سیاسی اسلام کی بحث

حمید اختر

> روزنامہ ایکسپریس میں شائع ہونے والا زیرِ نظر کالم اس لیے شاملِ اشاعت کیا جا رہا ہے کہ موجودہ شمارے کا اداریہ اسی کے جواب میں لکھا گیا ہے۔
> (ادارہ)

گزشتہ دنوں ''ویٹیکین سٹی'' میں دنیا بھر کے مسیحی رہنماؤں کی کانفرنس میں سیاسی اسلام کو دنیا کے لیے خطرہ قرار دیا گیا تو پاکستان سمیت تمام اسلامی ممالک میں اس کے خلاف خاصے سخت ردعمل کا اظہار کیا گیا۔ ویٹیکین ریاست میں مسیحی رہنماؤں نے سیاسی اور غیر سیاسی اسلام میں تفریق کرنے کی کوشش کیوں کی اس کی وجہ تو معلوم نہیں ہو سکی البتہ ہم یہ ضرور جانتے ہیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہماری اپنی چودہ سو سالہ تاریخ میں یہ بحث جاری رہی ہے۔

ہم اپنی کم علمی کے باوجود اس موضوع پر عالم فاضل لوگوں کی خوشہ چینی کرتے رہے ہیں اور اسے ایک خالص علمی معاملہ تصور کرتے ہیں۔ ہماری کوشش ہمیشہ یہ بھی رہی ہے کہ ایسی کسی بحث سے اگر کوئی مدلل اور مثبت نتیجہ برآمد ہو تو اسے اپنے پڑھنے والوں تک پہنچائیں۔ ان دنوں چونکہ اسلام کے نام پر تشدد اور دہشت گردی کے واقعات نے عالم اسلام کو عموماً اور پاکستان کو خصوصاً اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور مسلکی اختلافات نے شدت اختیار کر لی ہے اس لیے ہماری رائے میں اس معاملے پر سنجیدگی سے غور و فکر کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ ایکسپریس نیوز کے پروگرام ''پوائنٹ بلینک'' میں تیرہ اور چودہ اکتوبر کے دو پروگراموں میں مختلف مسالک کے علمائے کرام نے بھی اسی موضوع پر اظہار خیال کیا جو یقیناً وقت کی اہم ترین ضرورت ہے اور ایسے پروگرام جاری رہنے چاہئیں۔ ہم نے انہی دنوں اسلام آباد سے شائع ہونے والے معتبر مجلے ''تجزیات'' میں (شمارہ اکتوبر) اصغر علی انجینئر کا اسی موضوع پر مضمون ''اسلام، سیاسی نظریے کے طور پر'' پڑھا جس کے کچھ اقتباسات یہاں پیش کر رہے ہیں۔ اصغر علی انجینئر انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز اور سنٹر فار سٹڈی آف سوسائٹی اینڈ سیکولر ازم انڈیا کے روحِ رواں اور اصلاح پسند مصنف اور دانشور ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ''مسلمان اہل علم کی اکثریت کا موقف ہے کہ اسلام اور ریاست باہم لازم و ملزوم ہیں۔ اس موقف کے حامی اسلام کو محض ایک سیاسی نظریہ تصور کرتے ہوئے اسلام اور ریاست کی دوئی کو چنگیزی کہہ کر مطعون کرتے ہیں۔ اسلام کے پس منظر میں تشکیل پانے والے اس نظریے کی اگرچہ اپنی ایک طویل تاریخ ہے اور اس کے پس پشت بہت سی سماجی سیاسی اور معاشی وجوہات اور مقاصد کارفرما رہے ہیں لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ اسلام اور ریاست کے باہم ملاپ کا نظریہ مسلمانوں کے مختلف گروہوں کے مابین اقتدار کے حصول کے لیے نہ ختم ہونے والی کشمکش اور خون خرابے کا باعث بھی بنا ہے۔''

اپنے اس دعوے کے ثبوت میں فاضل مصنف کا کہنا ہے کہ ''(موجودہ زمانے کے) مسلمان ممالک میں ایک کے بعد ایک آمر نے اسلام کے نام پر بزور اقتدار پر قبضہ کر کے ملک میں اسلامی ریاست کی تشکیل کا اعلان کیا۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ان آمروں کی طرف سے اسلامی ریاست میں عوام کے سماجی، جمہوری اور قانونی حقوق نیز ان کی معاشی فلاح و بہبود کی بجائے اسلامی تعزیرات پر زیادہ زور دیا گیا اور اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اکثر صورتوں میں اسلامی سزاؤں ہی کو حقیقی اسلام بنا کر پیش کیا گیا (پاکستان میں آمر ضیاء الحق کا گیارہ سالہ دور اس کی واضح مثال ہے) جس کے نتیجے میں بہت سی دیگر خرابیوں کے ساتھ ساتھ سماج میں شدید مذہبی عدم رواداری، صنفی امتیاز اور سماجی عدم مساوات نے جنم لیا۔ یہ بات ہر مسلمان کو ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اسلام بنیادی طور پر کوئی سیاسی نظریہ نہیں ہے بلکہ ایسا مذہب ہے جس نے مستقل اقدار کی حامل ایک شاندار تہذیب کی بنیاد رکھی۔ لہٰذا اسلام کو ایک سیاسی نظریہ قرار دے کر اسلامی ریاست کی تشکیل کے لیے جدوجہد کرنا دراصل اس کو محدود کرنے اور متنازعہ بنانے کے مترادف ہے۔'' آگے چل کر اصغر علی انجینئر لکھتے ہیں ''قبائلی تنازعات، اختلافات اور جھگڑوں کی صورت میں اسلام تمام انسانوں کے مابین اتحاد، امن اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے۔ قرآن کے درس اتحاد اور بھائی چارے کے باوجود اقتدار کی ہوس نے مسلمانوں کو متحارب گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ قبائلی ہوں یا نسلی گروہ اسلام ان کے مابین بھائی چارے اور اتحاد پر زور دیتا ہے جبکہ اقتدار کی ہوس ان تعصبات اور تضادات پر یقین رکھتی تھی۔ اسلامی تہذیب کے اساسی اصول سچائی، انصاف اور رواداری ہیں۔ ان اقدار اور اصولوں پر اگر ایک طرف صوفیاء نے عمل کیا تو دوسری طرف عام مسلمان بھی ان پر عمل پیرا رہے۔ سوویت یونین کے انہدام کے بعد امریکی دائیں بازو کو ایک دشمن کی تلاش تھی، اس نے اسلامی تہذیب کی صورت میں ایک دشمن ایجاد کر لیا۔ اس کے برعکس ایران کے سابق اصلاح پسند صدر محمد خاتمی نے تہذیبوں کے درمیان مکالمے کی تجویز دی۔ عالمی ادارے کے ایک اجلاس میں انہوں نے کہا کہ تہذیبوں کے مابین مکالمے اور تعاون کی اہمیت کے پیش نظر اقوام متحدہ کو چاہیے کہ وہ اسے بطور پروگرام اپنائے۔''

فاضل مصنف کے مضمون کا آخری حصہ یہ ہے ''مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی فقہ پر توجہ مرکوز کریں اور اس کو صدیوں پرانے متنازعہ مذہبی لٹریچر کی بجائے قرآنی تعلیمات کی روح سے ہم آہنگ بنائیں۔ قرآن جس بنیادی نکتے پر زور دیتا ہے وہ انصاف ہے جو کسی بھی عظیم تہذیب کی بنیاد کا لازمی جزو ہے۔ قرآن میانہ روی پر بھی زور دیتا ہے لیکن ہم مسلمان مذہب اور ریاست میں انتہاپسندی کو ترجیح دیتے ہیں۔ قرآن کی ایک بھی آیت ایسی نہیں ہے جس کے مخاطب بادشاہ یا حکمران ہوں۔ قرآن کے مخاطب تو حضرت محمدؐ اور بالعموم عام لوگ اور بالخصوص اہل ایمان ہیں۔ اگر ہمارے فہم اسلام کے مطابق اسلام کی بنیاد ریاست ہے تو اس کے باعث ہر چیز کے ذمہ دار حکمران ہوں گے جب کہ قرآن کے نزدیک بنیادی ذمہ داری اہل ایمان کی ہے جنہیں تمام دوسرے غیر مسلم گروہوں اور انسانوں کے تعاون سے انصاف پر مبنی روادار اور ہمدرد معاشرہ تشکیل دینا چاہیے۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے کہ ''نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور گناہ اور جارحیت کے کاموں میں دست تعاون نہ بڑھاؤ۔''

ہمارا خیال ہے کہ پاکستان کے موجودہ حالات کے پیش نظر جناب اصغر علی انجینئر کا یہ مضمون ہمیں اس موضوع پر سنجیدگی سے سوچنے کی دعوت دیتا ہے۔ اگرچہ سیاسی اسلام کے دعوے داروں کی طرف سے علامہ اقبال کا وہ شعر بار بار دہرایا جاتا ہے جس میں وہ دین سے سیاست کے جدا ہونے کو چنگیزی سے تعبیر کرتے ہیں تاہم اگر ان کے خطبات اور خطوط کا مطالعہ کیا جائے تو اس موضوع پر ان کے تحفظات بھی سامنے آجاتے ہیں۔ مثلاً 18 فروری 1938ء کے طالوت محررہ کے نام اپنے ایک خط میں وہ لکھتے ہیں ''وہ شخص جو دین کو سیاسی پروپیگنڈے کا پردہ بناتا ہے، میرے نزدیک لعنتی ہے۔'' (بحوالہ زندہ رود صفحہ 649)

قرآن اکیڈمی جھنگ میں دورۂ ترجمۃ القرآن کی اختتامی تقریب

رمضان المبارک کی پچیسویں شب (بمطابق، 4 ستمبر) قرآن اکیڈمی جھنگ میں تکمیل قرآن مجید کی تقریب سعید منعقد ہوئی۔ تقریب کے مہمان خصوصی امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید مدظلہ تھے۔ صدر انجمن خدام القرآن جھنگ انجینئر مختار فاروقی نے گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی رمضان المبارک میں تراویح کے ساتھ قرآن مجید کا مکمل ترجمہ مختصر تشریح بہترین انداز میں پیش کی۔ پچیسویں شب پہلے تراویح میں سورۃ الفجر تا والناس قرآن پاک کی تلاوت کی گئی، بعدازاں محترم فاروقی صاحب نے ترجمۂ قرآن مکمل کیا۔ اس کے بعد شرکاء کے لیے ریفریشمنٹ کا اہتمام کیا گیا۔ رات 12 بجے مہمان خصوصی محترم حافظ عاکف سعید صاحب مدظلہ نے اختتامی خطاب فرمایا۔ امیر محترم نے عظمت قرآن کے ضمن میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن حکیم کتاب ہدایت اور انسانیت کے لیے گائیڈ بک ہے، لیکن ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم آج قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرنے کی بجائے غیروں سے رہنمائی لے رہے ہیں اور مہجوریٔ قرآن کا عملی ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ زندگی دھوکے کا سامان ہے مگر افسوس کہ ہماری ساری بھاگ دوڑ اسی دنیا اور اس کے مال و اسباب کو سمیٹنے میں لگی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن حکیم کا یہ پیغام سب انسانوں کے نام ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک اور رب صرف ایک اللہ ہے، لہٰذا اللہ وحدہ لاشریک کی بندگی اختیار کی جائے اور رب کی اس دھرتی پر رب کا نظام نافذ کرنے کی جدوجہد کی جائے۔ بندگی اور اطاعت کا تقاضا اِسی صورت پورا ہو سکے گا، ورنہ اللہ کے ہاں جزوی اطاعت قابل قبول نہ ہوگی۔ امیر محترم نے کہا کہ خدائی عذاب کی صورت میں زلزلے اور سیلاب دراصل دین سے بے وفائی اور غداری کی سزا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا دار العمل ہے، دار الجزا آخرت ہے۔ صراطِ مستقیم یہ ہے کہ قرآن مجید کو پڑھا جائے، سمجھا جائے اور اِسے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں نافذ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی دین پسند کیا ہے اور وہ اسلام ہے۔ جو لوگ شریعت محمدیؐ یعنی قانون الٰہی نافذ نہیں کرتے، وہ دین سے غداری کے مرتکب ہوتے ہیں۔ انہی لوگوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کو غیروں کے حوالے کیا۔ انہوں نے کہا کہ معاشرہ میں عدل قائم کرنا مسلمانوں کا مشن ہے۔ نبی اکرم ﷺ اسی کام کے لیے مبعوث ہوئے۔ آپؐ کو 23 سال میں جہاں فتح نصیب ہوئی وہاں پر آپؐ نے عدل، دین حق، شریعت نافذ کی۔ امیر تنظیم نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ امسال ہماری آزادی کو 63 سال پورے ہو رہے ہیں، مگر اتنا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ہم اپنے ملک میں شریعت نافذ نہ کر سکے۔ اس سے واضح ہے کہ ہم دین سے بے وفائی کی روش اپنائے ہوئے ہیں۔ قرآن حکیم میں تو ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ دین میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور دین کو قائم کرو۔ اسلام کل اطاعت کی دعوت دیتا ہے۔ لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کے لیے ضروری ہے کہ ملک میں قیام شریعت کی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالے۔ آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے اسی راستے پر چل کر دکھایا۔ اسی کے لیے انہوں نے جہاد و قتال کیا۔ امیر محترم نے کہا کہ رمضان المبارک میں قرآن حکیم سننے اور سمجھنے کا حاصل یہ ہے کہ اس کتاب ہدایت کے عملی نفاذ کے لیے کسی اجتماعیت کے ساتھ وابستہ ہوا جائے۔ محترم فاروقی صاحب نے امیر محترم حافظ عاکف سعید مدظلہ کا شکریہ ادا کیا کہ وہ یہاں تشریف لائے اور خطاب فرمایا۔ امیر محترم کی دُعا سے یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی حلقہ سرگودھا کے زیر اہتمام
امریکی جارحیت اور عافیہ صدیقی کی سزا کے خلاف احتجاجی ریلی

تنظیم اسلامی حلقہ سرگودھا ڈویژن کے زیر اہتمام 3 اکتوبر 2010ء بروز اتوار امریکی جارحیت، اس کے اندھے ڈرون حملوں، پاکستانی سرحدوں کی پامالی اور عافیہ صدیقی کی 86 سالہ قید کے ظالمانہ فیصلے کے خلاف ایک احتجاجی ریلی نکالی گئی، جس میں 30 رفقاء نے شرکت کی۔

ریلی کا آغاز دن 11 بجے طفیل چوک 12 بلاک سے ہوا۔ ریلی کو ذمہ داران سے مشاورت کے بعد دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک حصے کی قیادت نقیب اسرہ جوہرآباد محمد ارشد جبکہ دوسرے حصے کی قیادت امیر تنظیم سرگودھا شرقی عبدالخالق مغل کر رہے تھے۔ ریلی شہر کے اہم بازاروں سے ہوتی ہوئی ایک بجے واپس طفیل چوک میں پہنچ کر اختتام پذیر ہوئی۔ اس دوران امیر حلقہ اپنے معاون ملک خدا بخش کے ساتھ طفیل چوک میں لگائے دعوتی کیمپ میں بیٹھے رہے، جہاں تنظیم کا لٹریچر مفت تقسیم کرنے کے لیے رکھا گیا۔

ریلی کے اختتام پر امیر حلقہ سرگودھا ڈاکٹر شیخ رفیع الدین، امیر سرگودھا شرقی عبدالخالق اور نقیب اسرہ جوہرآباد محمد ارشد نے جو تقاریر کیں، اُن کا لب لباب یہ تھا کہ قوم کو اللہ کے دین سے غداری پر سچی توبہ کرنی چاہیے۔ ہمیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں ہمارے جرائم اور گناہوں کی پاداش میں اللہ ہمیں ملیامیٹ نہ کر دے۔ کہا گیا کہ عافیہ صدیقی کی سزا، پاکستانی سرحدوں کی پامالی، معیشت کی بدحالی اور ظالمانہ ڈرون حملے امریکہ سے دوستی کا صلہ ہے۔ ہمیں امریکہ سے دوستی ترک کر کے اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط بنانا ہوگا، ورنہ عذابوں سے ہم چھٹکارا نہ پا سکیں گے۔ (مرتب: حافظ زین العابدین)

بقیہ: منبر و محراب

روایت ہے۔ آپؐ سے فرمایا: ''حقیقی مجاہد وہ ہے جس نے اللہ کی اطاعت و عبادت میں اپنے نفس سے جہاد کیا اور اصل مہاجر وہ ہے جس نے تمام چھوٹے اور بڑے گناہوں کو ترک کر دیا۔'' آپؐ نے اپنے صحابہ کا اس درجے تزکیہ فرمایا کہ قرآن گواہی دیتا ہے کہ ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ﴾ (الحجرات: 7) ''لیکن اللہ نے تم کو ایمان عزیز بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا۔'' آپؐ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کتاب (قرآن حکیم) کی تعلیم دی۔ تعلیم کتاب سے مراد یہ ہے کہ انہیں حلال و حرام سے آگاہ کیا۔ انہیں بتایا کہ یہ کام کرنے والے ہیں اور اِن کاموں سے تمہیں باز رہنا ہے۔ تعلیم کتاب کے ساتھ ساتھ آپؐ نے انہیں حکمت و دانائی بھی سکھائی۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نفس کے شرور سے بچائے اور من کو پاک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)! [مرتب: محبوب الحق عاجز]

عید الاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی

اور

حج اور عید الاضحیٰ اور اُن کی اصل روح
قرآن حکیم کے آئینے میں

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

کی ایک تقریر اور ایک تحریر پر مشتمل مختصر مگر جامع کتابچہ

قیمت اشاعت خاص: 35 روپے، اشاعت عام: 20 روپے (علاوہ ڈاک خرچ)

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون 03-5869501

converted our weakness into strength, we backed away from our word; the leaders did nothing to establish the Deen of Allah and enforce the Shari'ah brought by Muhammad (SAW), and the masses did not fulfill their religious obligations. On the contrary, we took earning worldly wealth and luxuries to be our sole aim in life. Leaving the way of Allah and His Messenger (SAW), we followed the footsteps of Satan, and instead of establishing the True Deen of Allah, we adopted the Satanic culture based on immorality, and the interest-based economy. This is tantamount to treason against Allah (SWT). This is our biggest crime, due to which we have lost the mercy of Allah (SWT). Our second biggest crime on a national level is that we took sides with the Crusaders and the forces of Dajjal in the battle between truth and falsehood after 9/11 and provided our wholehearted support to them in putting an end to the Islamic government of Afghanistan and ruthlessly killing millions of Afghans and other Muslims. Not establishing the Shari'ah in our country despite having the authority to do so and helping the disbelievers and the Dajjali forces to terminate an Islamic government are heinous crimes in the sight of Allah (SWT) and cause His wrath to befall a nation. Allah (SWT) ignores the crimes of individuals in this world, but punishing nations for their collective crimes in the world is His Sunnah. This is why we are facing the retribution of Allah (SWT). Our prized independence and the integrity of our country are at stake. During the last 64 years, we have been repeatedly facing the punishment of Allah (SWT) because of our sins. We lost one of our arms and had to face a disgracing defeat at the hands of India. After 9/11, we have been confronting crisis after crisis, during this very period, the most horrible earthquake and the most terrifying flood has devastated the country. But Brothers in Islam! We still have time; we have still not faced the ultimate destruction, which our enemies are dreaming of. Apparently, there is no hope left, but one way is still wide-open.

The only way out... True repentance.

The only way out for us is true repentance before Allah, returning to Him and seeking His forgiveness (SWT) and reforming our deeds. Let's pledge to fulfill our promise with Allah (SWT), repent individually and collectively, and get rid of all the crimes we are being punished for. True repentance means being ashamed of our past sins, seeking Allah's forgiveness, deciding to throw everything against the Shari'ah of Allah (SWT) and His Messenger (SAW) out of our lives and our homes, and vowing to obey Allah and His Messenger in all matters of our lives. Moreover, it means striving collectively to establish the Deen of Allah and enforce the Shari'ah, so that Pakistan becomes a model Islamic welfare state (i.e. a model of Islamic Caliphate). Be it our Administration or our Parliament, our judicial system or our social system, the law of Allah and His Messenger (SAW) should reign supreme. We, as a nation need to take practical steps to fulfill the slogan: **"Part ways with America, return towards the Lord!"**

This is the only way we can regain the grace of Allah that we have lost because of our deeds, and if He is on our side, no force against Islam can stand in our way, be it

America or Israel or India. Allah (SWT) says:

"(O Muslims!) If Allah helps you, no force can overcome you, and if (because of your deeds) He leaves you, no one can help you after that."

Let's bow down before our Lord, the Most Compassionate, and seek His forgiveness for all our past sins. He is the Most Forgiving and the Most Merciful. If we repent from the core of our hearts, act upon Islam in every sphere of our lives, and strive collectively to establish the True Deen, Allah may shower His blessings upon us, we may find His grace and succor once again, and may be successful in this life as well as the life hereafter. On the contrary, if we do not tread on the path of repentance and reform our deeds, we are in great danger of facing a great loss, not only in this world, but also in the Hereafter. We pray to Allah (SWT) to save us from this evil end.

Tanzeem-e-Islami, with the grace of Allah, is striving for this very cause, and calls you towards it.

CALL FOR REPENTANCE

Why are we, despite being members of the Ummah of the Holy Prophet (SAW), lacking Allah's grace and succor?

Hafiz Akif Saeed, Ameer, Tanzeem-e-Islami.

Why the present dreadful scenario?

A plea for serious reflection.

Pakistan today is in a state of turmoil, both internally and externally; its very existence and integrity is at stake. On the one hand, internally, to add to our economic bankruptcy, the recent horrifying flood, which badly affected more than two billion people from all the four provinces, took countless precious lives, and caused the loss of billions of rupees, has broken our backs. Moreover, the never-ending episodes of target killing in Balochistan and Sindh are pushing the country towards a civil war, whereas the tug of war between the political government and the judiciary is also endangering the country's future. On the other hand, externally, America has practically chained us in the bond of her slavery. The disbelieving and anti-Islam world has unitedly surrounded Pakistan. America for whom we sacrificed everything we had in her war, which is in fact a Crusade against Islam, is pointing her guns towards us, while India is warming up to become her frontline army. Despite all this, no change is seen in the lives of the Muslims of Pakistan; the leaders do not see anything beyond their nose, the elite class is busy spending their wealth lavishly for their luxuries, while the middle class has lost their senses struggling to make their both ends meet. Every day that goes by, the number of those attempting suicide is increasing, because of the wrong policies of the government, the army and the masses are confronting each other in the northern areas of the country. We have accepted the missile and drone attacks of America to be a part of life, and do not even bother to agitate. To add to our economic destituteness, we are now facing moral bankruptcy. The leaders themselves are calling Pakistan a disease-stricken organism, and the whole world is declaring it to be a failed state. To be honest, Pakistan's state today is like that of a seriously injured body facing death, with vultures surrounding it, waiting for its last breath. This is the condition of the country that was founded in the name of Islam, and was declared to be the first state to be established in the name of Islam after Madinah.

Our soil is fertile for all sorts of agricultural products. Allah (SWT) has blessed us with various minerals. We are a nuclear power, and yet we are surrounded by hunger and fear. We believe in Allah and His Messenger (SAW), we are the custodians of His Book, and yet disbelievers are gaining control over us and our leaders have no choice but to be dictated by them. This extremely important country of the Islamic world is facing the wrath of Allah in the form of different natural calamities like earthquakes and floods. This calls for serious reflection. Why are we in a state of turmoil and a subject of Allah's wrath? Why are we lacking the favour and help of Allah (SWT)? What are our national crimes that we are being punished for?

The list of our national crimes:

In the struggle movement for the establishment of Pakistan, we had promised Allah (SWT): "O Allah! Bless us with a separate homeland; we will establish your Deen in it". We had told the world that Pakistan means لا إله إلا الله. When Allah (SWT), with His special succor, bestowed us with an independent country, granted us affluence, and

Vol:19 | Regd. C.P.L NO. 114 | No.43

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

ان شاء اللہ العزیز

رفقاءِ تنظیمِ اسلامی کا

کُل پاکستان سالانہ اجتماع

فردوسی فارم، سادھوکے میں درج ذیل دو حصوں میں منعقد ہو رہا ہے

26، 27، 28 نومبر

اس اجتماع میں درج ذیل حلقہ جات شرکت کریں گے

ملاکنڈ، پنجاب شمالی I، آزاد کشمیر، کراچی شمالی، حیدر آباد، گوجرانوالہ، فیصل آباد I (ٹوبہ و جھنگ)، سرگودھا، بہاولنگر I، لاہور I

اجتماع کا آغاز 26 نومبر بروز جمعہ 3:30 بجے بعد نمازِ عصر ہوگا اور 28 نومبر بروز اتوار نمازِ ظہر تک جاری رہے گا۔

29، 30 نومبر، یکم دسمبر

اس اجتماع میں درج ذیل حلقہ جات شرکت کریں گے

پشاور، پنجاب شمالی II، پوٹھوہار، کراچی جنوبی، سکھر، بلوچستان، پنجاب جنوبی (بشمول لیہ)، فیصل آباد II، لاہور II، بہاولنگر II

اجتماع کا آغاز 29 نومبر بروز پیر 3:30 بجے بعد نمازِ عصر ہوگا اور یکم دسمبر بروز بدھ نمازِ ظہر تک جاری رہے گا۔

ان اجتماعات میں متعلقہ حلقہ جات کے مبتدی و ملتزم رفقاء مع احباب شریک ہوں گے۔

رفقاء تنظیم کے لیے ہدایات

- ☆ اواخرِ نومبر میں لاہور میں رات کے وقت موسم قدرے سرد ہو جاتا ہے، اس لئے شرکاء اجتماع موسم کے مطابق بستر اپنے ہمراہ ضرور لائیں۔
- ☆ ملکی حالات کے پیشِ نظر شرکاء اجتماع اپنا قومی شناختی کارڈ ہمراہ ضرور لائیں۔
- ☆ شرکاء اجتماع کا استقبال کرنے کے لئے لاہور ریلوے اسٹیشن پر 26 نومبر اور 29 نومبر کی صبح 8 بجے سے لے کر نمازِ عصر تک رفقاء موجود ہوں گے۔ اس کے بعد آنے والے رفقاء اپنے طور پر اجتماع گاہ پہنچیں گے۔
- ☆ اپنے طور پر اجتماع گاہ پہنچنے والے رفقاء کے لئے مریدکے اور کاموکی کے درمیان سادھوکی کے مقام پر استقبالیہ کیمپ لگایا جائے گا جو کہ 26 اور 29 نومبر کی صبح سے رات عشاء تک رہے گا۔ وہاں سے رفقاء کو اجتماع گاہ تک لے جانے کا مناسب بندوبست موجود ہوگا۔

(اس اجتماع میں خواتین کی شرکت کا انتظام نہیں ہے)

المعلن: ناظم اجتماع محمد جہانگیر

فون دفتر: 35845090-35858212،
موبائل: 0332-4353694، 0333-4273815